بیادگار، مخدوم العالم قطب بنگال، گنج نبات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ
July - September 2022
سہ ماہی
پیغامِ مصطفیٰ
اترڈیناجپور
مدیراعلیٰ
محمد ساجد رضا مصباحی
منفی سوچ کے بُرے اثرات
کامرشیلائزڈ ہوتے مزارات
محرم الحرام اور امت میں رائج خرافات
مغرب کی چند بے ہودہ رسمیں
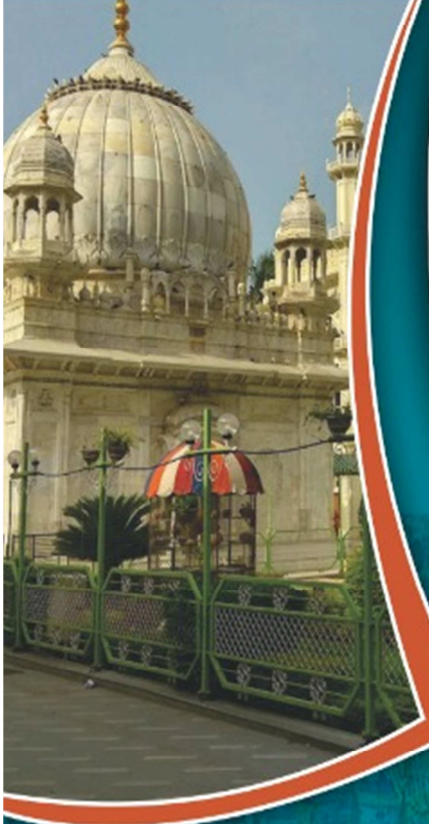
بیادگار: مخدوم العالم قطب بنگال، گنج نبات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ

بفیض روحانی: تارک السلطنت سیدنا حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

بفیض روحانی: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سرپرستی خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالغفور صاحب

جلد ۴

شمارہ ۱۲

سہ ماہی

پیغام مصطفیٰ

اتر دیناجپور

اپریل تا ستمبر ۲۰۲۲ء

مجلسِ ادارت	مجلسِ مشاورت	مجلسِ مشاورت
مدیر اعلیٰ: محمد ساجد رضا مصباحی	مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی	مولانا مختار عالم مصباحی
نائب مدیر: غلام محمد ہاشمی مصباحی	مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی	مولانا محمد اشتیاق احمد مصباحی
معاون مدیر: محمد عسجد رضا قادری	مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی	مولانا محمد عابد حسین مصباحی
سرکولیشن مینیجر: مولانا محمد مظفر حسین رضوی	مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی	مولانا احمد رضا قادری
مینیجر: محمد وسیم رضا	مولانا محمد سبحان رضا مصباحی	مولانا محمد شارب ضیاء مصباحی

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ

تنظیم عاشقانِ مصطفیٰ

شاہ پور بازار تھانہ گوالپوکھر ضلع اتر دیناجپور بنگال ۷۳۳۲۱۰

E-mail:

paighamemustafa2018@gmail.com

Mob.:7405410736, 9734927165

9473927746

• قیمت عام شمارہ: ـــ ۴۰ • سالانہ ـــ ۱۶۰

زیر اہتمام

مولانا محمد عسجد رضا قادری

بانی تنظیم عاشقانِ مصطفیٰ، شاہ پور بازار، علاقہ گوالپوکھر ضلع اتر دیناجپور بنگال

ناشر

تنظیم عاشقانِ مصطفیٰ

شاہ پور بازار، علاقہ گوالپوکھر ضلع اتر دیناجپور بنگال

مشمولات

منفی سوچ کے بُرے اثرات

محمد ساجد رضا مصباحی

غور وفکر اور حساسیت انسانی فطرت ہے، حالات وواقعات اور تجربات ومشاہدات کے سلسلے میں مثبت یا منفی راے قائم کرنا بھی انسانی جبلت ہے، بنی نوع آدم میں بعض بے حد حساس ہوتے ہیں اور بعض انتہائی درجہ کے بے حس، بے حس انسان پر گرد وپیش کے حالات کا کوئی اثر نہیں ہوتا، انھیں اپنے سود وزیاں کا بھی ادراک نہیں ہوتا، ایسے لوگوں کی زندگی ندی کے دھارے کی طرح ہوتی ہے جو اپنے رُخ پر بہتی جاتی ہے۔

حساس لوگوں میں بعض مثبت فکر وخیال اور تعمیری ذہن ودماغ کے حامل ہوتے ہیں، وہ ہر کام میں مثبت پہلو ڈھونڈ نکالتے ہیں، نامساعد حالات وواقعات میں بھی انھیں خیر کا پہلو نظر آجاتا ہے، وہ قنوطیت کی تاریکیوں میں امیدوں کے چراغ روشن کرلیتے ہیں، ایسے لوگ زندگی کے کسی موڑ پر ناکام نہیں ہوتے، بڑے سے بڑے مسائل ان کی کام یابی کے سفر میں رکاوٹ نہیں بنتے، وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں، اور دوسروں کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں، کسی کی خوشی یا کسی کی کام یابی ان کے اندر حسد وکینہ پیدا نہیں کرتی، وہ نقد بے جا سے بھی پرہیز کرتے ہیں، بدظنی وبدگمانی کے گناہ سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

دوسری جانب انسانوں کا ایک طبقہ منفی فکر وخیال کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوتا ہے، منفی سوچ کی یہ بیماری ان کے ذہن ودماغ کو کمزور کردیتی ہے، ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہوجاتی ہے، ان کے فکر وخیال کا دائرہ محدود ہوجاتا ہے، کائنات کی وسعتیں ان کے لیے تنگ ہوجاتی ہیں، ایسے لوگوں کی دنیا بہت چھوٹی ہوتی ہے، منفی سوچ کے حامل افراد کو کسی میں اچھائیوں سے زیادہ برائیاں اور خامیاں نظر آتی ہیں۔

گندی اور غلیظ ذہنیت، گستاخانہ ومتعصبانہ رویہ، غیر اخلاقی خیالات، تخریبی رجحانات، نفرت وعداوت، طنز وتوہین، شک وشبہہ، دھوکا وفریب، ذہنی انتشار وانتشار پسندی، افسردگی ومایوسی، بے رغبتی ولاپرواہی، حوصلہ شکنی، عدم اطمینان، عدم تحفظ، عدم استحکام، عدم یقین، عدم تعاون وغیرہ اوصاف منفی سوچ وفکر کے حامل لوگوں کے اندر بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ دراصل منفی سوچ ڈر، خوف، شکست، ناکامی، ناامیدی، غصہ، بدمزاجی، مایوسی، پریشانی، غیبت، چغل خوری، کینہ، بغض، حسد، تعصب اور دوسروں کو نیچا دکھانے یا ذلیل کرنے کی خواہش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ایسے لوگ سماج ومعاشرہ کے لیے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے پوری کمیونیٹی بدنام ہوتی ہے، پوری تحریک وتنظیم متاثر ہوتی ہے، ایسے لوگ بنے بنائے کام آسانی سے بگاڑ دیتے ہیں، اچھے خاصے پڑھے لوگوں کو بھی یہ طبقہ گمراہ کرنے میں کام یاب ہوجاتا ہے۔ بعض لوگوں کی منفی سوچ صرف ان کی ذات تک محدود رہتی ہے، لیکن بعض اپنی منفی اور متعصبانہ وحریصانہ سوچ سے دوسروں کی زندگی میں زہر بھر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو "منفی لوگ" [Negative People] یا "زہریلے لوگ" [Toxic People] بھی کہتے

ہیں۔ ایسے لوگ سماج کے لیے زہریلا ہونے کے ساتھ شرعی نقطہ نظر سے بھی انتہائی مذموم ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ [الحجرات/12]

ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

دراصل بدگمانی منفی طرزِ فکر کی پیداوار ہے جب کہ حسن ظن مثبت فکر وخیال کا لازمی تقاضا ہے۔ مثبت فکر وخیال کا حامل شخص کبھی بھی بدگمانیوں میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔ احادیث مبارکہ میں بھی ایسے لوگوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔ [صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب لا يخطب علىٰ خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع برقم]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گمان سے بچو کیوں کہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ آپ نے ہمیشہ مثبت طرز فکر کو اختیار کیا، تبلیغ دین کی راہ میں کفار ومشرکین نے آپ پر ظلم وجبر کے پہاڑ توڑے، لیکن آپ نے ہمیشہ مثبت طرز عمل کو اپناتے ہوئے ان کی ہدایت کے لیے دعائیں کیں، فتح مکہ کے موقع پر جب ہر طرح اسلام غالب اور کفر مغلوب ہوچکا تھا، آپ نے مکۃ المکرمہ کے کفار ومشرکین کی گستاخیوں اور چیرہ دستیوں کو یک لخت معاف فرماکر جو طرز عمل پیش فرمایا وہ یقیناً رہتی دنیا تک پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے، طائف کی گلیوں میں آپ کو لہولہان کیا گیا، رب کائنات کے حکم سے پہاڑوں کا فرشتہ آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ اجازت ہو تو ان پر پہاڑ گراکر ہمیشہ کے لیے نیست نابود کردیں، آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"بل أرجو أن يخرج الله تعالىٰ من أصلابهم من يعبدالله وحده ولا يشرك به شيئا"

امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور وہ شرک نہیں کریں گے۔ [صحیح مسلم، ج:۲، ص:۱۰۹] بلاشبہہ یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثبت فکر وخیال کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

اب ذیل میں ہم منفی فکر وخیال کے چند اہم دینی ودنیاوی نقصانات پر قدرے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے:

منفی سوچ ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے:

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ مثبت سوچ کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے اور انسان کے اندر خوداعتمادی پیدا کرتی ہے، جب کہ منفی فکر رکھنے والے لوگ ہمیشہ تذبذب کے شکار ہوتے ہیں، کسی بھی مسئلے میں وہ صحیح نتیجے تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں اور غلط نتیجے اخذ کرکے اپنی زندگی تباہ وبرباد کرلیتے ہیں، ہمارے گردوپیش ایسے بے شمار لوگ ہوتے ہیں جن کے منفی رویوں سے ان کی پہچان آسانی سے ہوسکتی ہے، وہ کسی پروجیکٹ کو شروع کرنے سے قبل ہی خدشات اور امکانات کے بھنور میں پھنس کر قدم پیچھے ہٹا لیتے ہیں، ہر کام میں انھیں ناکامی کا ڈر ستانے لگتا ہے، وہ مفادات سے زیادہ مضرات پر غور کرتے ہیں، مثلا: انھیں کوئی بزنس شروع کرنا ہے تو طرح طرح کے خیالات دل میں لاتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس بزنس کے ذریعہ کتنے لوگوں نے معاشی ترقی کی بلندیوں تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی بلکہ وہ اس پر زیادہ ریسرچ کرتے ہیں کہ اس بزنس میں کتنے لوگ ناکام ہوکر معاشی تباہی کے شکار ہوئے۔ اس طرح وہ اپنا ارادہ وہیں ترک کردیتے ہیں اور

معاشی ترقی کا ایک سنہرا موقع گنوا دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سارے کام بہت سے لوگ صرف اس منفی سوچ کی وجہ سے نہیں کر پاتے کہ ہمارے پاس اس کام کے لیے سرمایہ اور وسائل نہیں، یا ہمارے پاس ویسی توانائی نہیں جو اس کام کی تکمیل کے لیے ضروری ہے، ایسی منفی سوچ احساس محرومی کو بڑھاتی ہے اور ہم موجود وسائل کو بھی اپنے کام کے لیے بروئے کار نہیں لا پاتے۔

منفی سوچ رکھنے والے لوگ ہر کام میں کوئی منفی پہلو نکال لیتے ہیں، مثلاً ایک مصنف کسی منفی سوچ رکھنے والے کے پاس اپنی کتاب لے کر چلا جائے تو وہ ان سے کہے گا، آج کل کتابیں کون پڑھتا ہے، سوشل میڈیا کا زمانہ ہے، لوگ موبائل اور ٹیلی ویژن میں مصروف رہتے ہیں، یا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ کتاب کا موضوع بہت پرانا ہے اس پر تو سیکڑوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں، وہی کتابیں پڑھنے کے لیے کافی ہیں۔ اس کتاب کی کیا ضرورت تھی۔ اس طرح منفی سوچ رکھنے والے نہ صرف اپنا مستقبل تباہ کرتے ہیں بلکہ اپنے گرد و پیش کے لوگوں کی حوصلہ شکنی میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور کے اجرا کے دنوں میں ایسے بے شمار افراد سے ملاقات ہوئی، وہ بار بار ہمیں اہل سنت کے مختلف اداروں سے نکلنے والے رسائل اور ان کے بند ہوجانے کی تاریخ بتاتے، رسائل کے ساتھ مالی مسائل اور اس راہ میں پیش آنے والی دشواریوں کے حوالے سے گفتگو کرتے، اردو رسائل کے قارئین کی بے توجہی کا شکوہ کرتے، لیکن ہماری ٹیم کا ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ کچھ نہ کرنے سے کچھ کر جانا بہتر ہے، ماضی میں پیش آنے والے ناخوش گوار واقعات کو بنیاد بنا کر ہم مستقبل کے عزائم کا خون نہیں کر سکتے۔ ہماری ٹیم کی اس مثبت فکر نے سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کو منظر عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا، آج ہزاروں مصائب و مشکلات کے باوجود یہ رسالہ گلستان صحافت میں اپنی خوشبوئیں بکھیرنے میں کام یاب ہے۔

منفی سوچ رشتوں کی پامالی کا باعث ہے:

منفی سوچ رکھنے والے افراد رشتوں کو نبھانے میں اکثر ناکام رہتے ہیں، بدظنی اور بدگمانی ان کی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے، وہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے خطرناک نتائج نکال لیتے ہیں، مثلاً ایک منفی سوچ رکھنے والا شخص اپنے دوست کو فون کرتا ہے، اتفاقاً وہ باتھ روم میں ہوتا ہے، باہر آکر آفس جانے کی عجلت میں اپنے دوست کے فون کو بھول جاتا ہے، آفس کے کاموں کے دوران پھر فون آتا ہے، لیکن آفس کے اصول و قوانین کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے وہ فون ریسیو نہیں کر پاتا، ادھر منفی سوچ رکھنے والا دوست کئی کئی طرح کی بدگمانیاں دل میں پیدا کر لیتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ میرا دوست مجھے اہمیت نہیں دے رہا ہے، جان بوجھ کر میرے فون کو نظر انداز کر رہا ہے، مرے دوست کو پیسوں کا گھمنڈ ہو گیا ہے، میرا دوست مجھ سے دوستی برقرار نہیں رکھنا چاہتا، میرے دوست کو کسی نے بہکا دیا ہے۔ پھر اسی طرح بدگمانیوں کی بنیاد پر وہ شکوہ و شکایت کی ایک پوری عمارت کھڑی کر لیتا ہے، دھیرے دھیرے دوستی کا یہ پاکیزہ رشتہ ٹوٹنے لگتا ہے اور منفی سوچ برسوں کی دوستی کو تہ و بالا کر دیتی ہے۔ شوہر اور بیوی کے مابین تعلقات کی ناخوش گواری میں بھی منفی سوچ اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بدگمانیوں کا بڑا دخل ہوتا ہے، غلط اور منفی سوچ کی وجہ سے سگے بھائیوں اور بہنوں میں دشمنی، ساس بہو میں لڑائی، میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے پر اعتماد کی کمی پھر لڑائی اور بالآخر طلاق اور جدائی کی نوبت آجاتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے تمام احباب سے ہمیشہ گزارش کرنی چاہیے کہ اگر کبھی کوئی شکوہ ہو تو براہ راست رابطہ کریں، شیطانی اثرات سے پیدا ہونے والی بدگمانیوں کی وجہ سے کوئی منفی خیال دل میں نہ بسائیں، اچھے تعلقات اور رشتے داریاں اللہ کی نعمت ہیں، ان کو اس طرح پامال کرنا نعمتوں کی ناقدری کے مترادف ہے۔

منفی سوچ تخریب کو فروغ دیتا ہے:

منفی سوچ رکھنے والے تعمیری فکر سے کوسوں دور ہوتے ہیں، ایسے لوگ کسی سماج میں ہوں یا کسی تحریک و تنظیم میں، وہ ہمیشہ نقد بے جا

کے عادی ہو جاتے ہیں، ہر معاملے میں ان کی تنقید کا نشتر چلتا رہتا ہے جو ماحول کو پراگندہ کرنے اور تخریبی عناصر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، ایسے افراد ہزاروں خوبیوں کے بیچ چھپی ہوئی معمولی خامیوں کو بھی ڈھونڈ نکالتے ہیں، پھر ان بے شمار خوبیوں کا چرچا کرنے کی بجائے اس خامی کو ہائی لائٹ کر کے خوبیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ ایسے لوگوں کی کوششیں اکثر کام یاب نہیں ہوتی ہیں اور وہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ کسی اچھے کام پر حوصلہ افزائی کے دو بول بولنے کی بجائے اس کام کے اثرات کو زائل کرنے اور اس کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں، ان کی زندگی انھی کاموں میں گزر جاتی ہے، اچھے اور مثبت لوگ ایسے لوگوں کے سایہ سے بھی دور بھاگتے ہیں، منفی فکر والے دنیا میں تو مبغوض رہتے ہی ہیں دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے بدنامیوں کا تمغہ بھی ساتھ لیے جاتے ہیں۔

منفی سوچ ذہنی وجسمانی بیماریوں کا باعث ہے:

منفی سوچ اور جذبات جسمانی و دماغی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جو لوگ منفی سوچ رکھتے ہیں ان میں بیمار رہنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ خوش رہتے ہیں اور ہر بات کو مثبت نظریے سے دیکھتے ہیں وہ خطرناک بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ آج مغربی ممالک میں بے شمار لوگ منفی سوچ کی وجہ سے ڈپریشن[Depression] ، ذہنی دباؤ[Stress] ، ذہنی تناؤ[Tension] ، ذہنی انتشار [Mental disturbances]وغیرہ میں مبتلا ہیں جس کی علاج کے لیے موٹیویشنل اسپیکرز [Motivational Speakers] اور لائف کوچز [Life Coaches] وغیرہ انہیں منفی سوچ ختم کرنے اور مثبت سوچ اپنانے کی ذہنی تربیت دیتے ہیں۔

طبی تحقیقات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ منفی سوچ رکھنے والے دل کی بیماریوں میں کثرت سے مبتلا ہوتے ہیں۔ منفی سوچ رکھنے والے لوگ عموماً اداسی، غم، غصہ، خوف، دباؤ اور تناؤ جیسی کیفیات میں مبتلا ہوتے ہیں جو جگر اور معدہ کی خطرناک بیماریوں کا باعث ہیں، ذہنی دباؤ آپ کے دماغ اور دل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ فالج کے شکار ہونے والے اکثر افراد ذہنی تناؤ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

UK کے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ جو لوگ بھی مینٹل ہیلتھ پرابلمز کا شکار ہوتے ہیں ان میں سے اکثر کی وجہ منفی سوچ ہوتی ہے، ان کی سب سے بڑی پرابلم یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ ہونے والے صرف منفی رویوں کو ہی یاد رکھتے اور ان چیزوں کو سوچتے رہتے ہیں، پھر بالآخر [Ultimately] ایسے افراد ذہنی طور پر پریشر ، اسٹریس ، ڈپریشن ، گھبراہٹ [Anxiety] ، اعصابی بیماریوں [neurotic disorders] اور پاگل پَن [Insanity] کے شکار ہو جاتے ہیں۔

ایک کام یاب انسان کے لیے اس کے خیالات کا مثبت اور پاکیزہ ہونا انتہائی ضروری ہے، حسن ظن انسان کو بہت ساری دشواریوں سے بچاتا ہے، احادیث مبارکہ میں بھی حسن ظن رکھنے اور ذہن و دماغ میں منفی خیالات پیدا کرنے کی ممانعت وارد ہے:

عن جابر رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل وفاته بثلاث يقول :لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللهِ الظَّنَّ . [متفق عليه]

ترجمہ: تم سے ہرگز ہرگز کسی کی موت نہ ہو مگر وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ مثبت فکر و خیال کے حامل رہیں، منفی سوچ اور منفی سوچ والوں سے دور رہیں، ورنہ ان کے منفی رجحانات سے ہمارے کام بھی متاثر ہو سکتے ہیں اور ان کی نحوستوں سے ہمارے حوصلے بھی پست ہو سکتے، ہمیں ہمیشہ یہ سمجھنا چاہیے کہ سوچ ایک مقناطیس کی طرح ہے۔ اچھی سوچ سے اچھے نتائج اور بُری سوچ سے بُرے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

❀❀❀

اللہ کے ناپسندیدہ بندے

مولانا محمد سبحان رضا مصباحی: دعوت قرآن ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ خضرپور کولکاتا

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں میں سے بعض بندے اس کے محبوب اور پسندیدہ ہیں اور بعض مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں، خدا کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایک طالب حق کو یہ جاننا اشد ضروری ہے کہ کون بندے اس کے محبوب ہیں اور کون مبغوض۔ ذیل کی سطروں میں چندوہ آیات قرآنیہ پیش ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ناپسندیدہ بندوں کی بعض صفات کی نشان دہی فرمائی۔

ظلم وجبر بدترین گناہ ہے، اللہ کے بندوں کو ستانا اور ان کا دائرۂ حیات تنگ کرنا انتہائی قسم کی بدبختی ہے، ظالم انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی مبغوض اور ناپسندیدہ ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۱۹۰ [البقرۃ:۱۹۰]

ترجمہ: اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔

وضاحت: معتدین، اعتداء سے مشتق ہے، اعتداء کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ خواہ دعا میں ہو یا کسی دوسرے عمل میں، حد سے بڑھنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، کیوں کہ دین اسلام نام ہے حدود وقیود کی پابندی اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کا، نماز وروزہ، حج، زکاۃ اور تمام معاملات میں اگر حدود شرعیہ سے تجاوز کیا جائے تو وہ بجائے عبادت کے گناہ بن جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر اس سے روکا گیا ہے اور اس پر وعیدیں آئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۸۷ [المائدۃ:۸۷]

ترجمہ: اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۵۵ [الاعراف/۵۵]

ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔

لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸ [التوبۃ/۱۰]

ترجمہ: [کافر لوگ] کسی مسلمان میں نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا اور وہی سرکش ہیں۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝۲۰۵ [البقرۃ ۲۰۵]

ترجمہ: اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

وضاحت: فساد، صلاح کی ضد ہے اور اس کا لغوی معنی ہے بگاڑ۔ امام راغب اصفہانی نے اس کا اصطلاحی معنی یوں لکھا ہے: الفساد خروج الشئی عن الاعتدال قلیلا کان الخروج علیه او کثیرا. یعنی کسی چیز کا حد اعتدال سے نکل جانا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ فساد کہلاتا ہے۔ قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر فساد یا افساد سے روکا گیا ہے اور اس کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، چند یہ ہیں:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲ [البقرۃ:۱۲،۱۱]

ترجمہ: اور جو اُن سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم

توسنوارنے والے ہیں سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ [قصص،۷۷/]

ترجمہ: اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے، اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ [قصص/۴]

ترجمہ: بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا تابع بنایا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھتا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بیشک وہ فسادی تھا۔

اس مضمون کی اور بھی آیات ہیں طوالت کے خوف سے ترک کیا جارہا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ [الانفال،۵۸/]

ترجمہ: بیشک دغا والے اللہ کو پسند نہیں۔

وضاحت: خائنین، خائن کی جمع ہے، خائن کا معنی ہے خیانت کرنے والا، خیانت، امانت کی ضد ہے۔ پوشیدہ طور پر کسی کا حق مارنا خیانت کہلاتا ہے۔ قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر امانت کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اور خیانت سے روکا گیا ہے اور اس کی سخت وعیدیں سنائی گئیں ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ [الانفال/۲۷]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝ [الحج/۳۸]

ترجمہ: بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا ہر بڑے دغا باز ناشکرے کو۔

[۴] اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝ [النحل/۲۳]

ترجمہ: بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

وضاحت: مستکبرین، استکبار باب استفعال سے مشتق ہے، معنی ہے تکبر کرنے والے لوگ۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الکبر بطر الطریق وغمط الناس یعنی تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔ [مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر] امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تکبر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھے۔ قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر تکبر کی مذمت کی گئی ہے اور تکبر کرنے والوں کا انجام جہنم بتایا گیا ہے۔ ان میں سے چند آیات یہ ہیں:

[۱] وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ [الاسراء/۳۷]

ترجمہ: اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ [النحل،۲۹/]

ترجمہ: اب جہنّم کے دروازوں میں جاؤ کہ ہمیشہ اس میں رہو تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید میں کم وبیش تیرہ مقامات پر لا یحب کا لفظ استعمال ہوا ہے جن کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے کہیں لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ فرمایا تو کہیں لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ فرمایا، کہیں لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ فرما کر اسراف و فضول خرچی سے منع فرمایا تو کہیں لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کہہ کر تنبیہ فرمائی۔ الغرض ایک سچے بندے کی پہچان ہے کہ وہ ہر دم اپنے مولیٰ عزوجل کی رضا کی طلب میں رہے اور ان تمام افعال سے اجتناب کرے جو ان کی ناراضگی کا باعث بنیں۔ ❁❁❁

پڑوسیوں کے حقوق احادیث کی روشنی میں

مولانا محمد شارب ضیا رضوی مصباحی: جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم ڈی جے ہلی بنگلور

حقوق چاہے جس چیز سے متعلق ہوں مذہب اسلام نے ان کی ادائیگی پر بہت زور دیا ہے۔جس طرح ان کی ادائیگی پر اللہ عزوجل کی جانب سے اجر وثواب کا وعدہ ہے اسی طرح عدم ادائیگی پر عذاب وعقاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی اوران کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی اسلامی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔اور یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات سے ہے جن کے متعلق آپ نے سخت تاکید فرمائی ہے۔اس حوالے سے آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند فرمودات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ -صلی اللہ علیہ وسلم- قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ .

ترجمہ : حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:جواللہ عزوجل اورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔[صحیح مسلم،کتاب الایمان، ج:۱، ص:۵۰،حدیث:۱۸۵،باب الحث علی اکرام الجار]

عن أبي شريح أن النبي صلى الله عليه و سلم قال [والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن . قيل ومن يا رسول الله ؟ قال: الذي لا يأمن جاره بوائقه .

ترجمہ:حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:خداکی قسم وہ مومن نہیں،خداکی قسم وہ مومن نہیں،خداکی قسم وہ مومن نہیں۔عرض کی گئی،یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!کون مومن نہیں ؟آپ نے فرمایا: جس کی تکلیف سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔[صحیح بخاری،کتاب الادب،باب اثم من لایامن جارہ بوائقہ،ج:۳۰،حدیث:۵۷۹۵]

معلوم ہواکہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرناایمان کاتقاضاہے اورایمان والوں کواس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ان کاخیال رکھیں اور اپنے کسی کردار یاعمل سے انہیں تکلیف نہ پہنچائیں۔

جوشخص خوش حال ہے اوراس کے پڑوسی نادار اور مفلوک الحال ہیں اوروہ اپنے پڑوسیوں کی خبرگیری نہیں کرتا اس کے تعلق سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادفرمایا: ليس المؤمن الذى يشبع وجاره جائع الى جنبه -

ترجمہ:وہ مومن نہیں جوشکم سیر ہواوراس کے بغل میں اس کاپڑوسی بھوکاہو۔[الادب المفرد،ج:۱،ص:۵۲]

عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى قُلْتُ لَيُوَرِّثَنَّهُ .

ترجمہ:حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے معاملے میں تاکید کرتے

رہے یہاں تک کہ مجھے ایسا لگنے لگا کہ اسے وراثت میں حصے دار قرار دیا جائے گا۔[سنن ابی داؤد، ج:۴، ص:۵۰۳، حدیث:۵۱۵۳]

اس حدیث پاک سے واضح ہورہا ہے کہ کہ قریبی رشتے داروں کے حقوق کی رعایت کرنا جس قدر ضروری ہے اسی قدر پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرنا بھی ضروری ہے۔ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت سے متعلق خدائے تعالیٰ کی جانب سے اس قدر تاکید ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ کہیں انہیں حق وراثت نہ مل جائے۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لان يزنى الرجل بعشر نسوة خيرعليه من ان يزنى بامراة جاره ولان يسرق الرجل من عشرة ابيات ايسرعليه من ان يسرق من بيت جاره.

ترجمہ: کوئی شخص اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرے یہ اس کے لیے دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر جرم ہے اور کوئی شخص اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرے یہ اس کے لیے دس گھروں سے چوری کرنے کے برابر جرم ہے۔[مسند بزاز، ج:۶، ص:۵۵، حدیث:۱۸۶۵/معجم کبیر، ج:۲۰، ص:۲۵۶، حدیث:۱۷۳۶۱]

پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی اور برائی کرنے والوں کے لیے اس حدیث پاک میں بڑا واضح اور خوف ناک سبق موجود ہے؛ کیوں کہ اگر کسی شادی شدہ انسان سے زنا سرزد ہوجائے تو اسلام میں اس کے لیے حد یہ ہے کہ اسے سرعام سنگسار کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص چوری کرلے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹ لیے جائیں۔ جب ایک فرد کے ساتھ گناہ کرنے کا یہ وبال ہے تو جہاں دس گنا وبال اوپر آئے گا وہ کس قدر شدید اور سخت ہوگا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ -

یعنی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا: اے ابوذر! جب تم گوشت پکایا کرو تو پانی بڑھا دیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا بھی خیال کرو۔[صحیح مسلم، ج:۸، ص:۳۷، حدیث:۶۸۵۵، باب الوصیۃ بالجار]

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پہلے ہی سے پڑوسی کا خیال کرتے ہوئے سالن تھوڑا بڑھا دینا چاہیے اور پکائے گئے سالن میں خاص اس کے لیے حصہ رکھنا چاہیے۔ یہ ان کے ساتھ حسن سلوک ہے۔

عن أبي هريرة يقول : قيل للنبي صلى الله عليه و سلم يا رسول الله إن فلانة تقوم الليل وتصوم النهار وتفعل وتصدق وتؤذي جيرانها بلسانها فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم لا خير فيها هي من أهل النار قالوا وفلانة تصلي المكتوبة وتصدق بأثوار ولا تؤذي أحدا فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم هي من أهل الجنة .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلانی عورت رات بھر عبادت کرتی ہے، دن میں روزے رکھتی ہے، نیک کام کرتی ہے اور صدقہ کرتی ہے لیکن اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے، وہ جہنمی ہے۔ ایک عورت کے بارے میں پوچھا گیا کہ فلانی عورت صرف فرض نمازیں پڑھتی ہے اور سالن صدقہ کرتی ہے لیکن کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جنتی ہے۔ [الادب المفرد، ج:۱، ص:۵۴، حدیث:۱۱۹]

اپنوں یا دوسروں کے معاملات کو لے کر پڑوسیوں کے

ساتھ کبھی کبھی رنجش والی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ایسے میں اگر کوئی شخص خود صبر کرلے اوراپنے پڑوسی سے کوئی تکلیف دہ یا ناگوار بات نہ کہے تو یہ اس کے لیے اجرِعظیم کا باعث ہوگا۔اس کے مقابل میں اگر کوئی شخص پڑوسیوں سے الجھے اورانہیں اپنی زبان اور کردار سے تکلیف پہنچائے تواللہ کی بارگاہ میں اس کی عبادت اور قیام غیر مقبول ہے۔

جامع الاحادیث میں ہے:

أتدرون ما حق الجار إن اسْتَعان بك أعنتَه وإن استقرضك أقرضته وإذا افتقر عُدْت عليه وإن مرض عُدته وإن مات اتبعت جنازته وإن أصابه خير هنأته وإن أصابته مصيبة عزيته ولا تستطيل عليه بالبناء فتحجب عنه الريح إلا بإذنه وإذا اشتريت فاكهة فأهد له فإن لم تفعل فأدخلها سِرًّا ولا يخرج بها ولدك ليغيظ بها ولده ولا تؤذه بقُتَار قدرك إلا أن تغرف له منها أتدرون ما حق الجار على الجار والذى نفسى بيده لا يبلغ حق الجار إلا من رحمه الله ، الجيران ثلاثة فمنهم من له ثلاثة حقوق ومنهم من له حقان ومنهم من له حق واحد ، فأما الذى له ثلاثة حقوق فالجار المسلم القريب له حق الإسلام وحق الجوار وحق القرابة وأما الذى له حقان فالجار المسلم له حق الإسلام وحقالجوار وأما الذى له حق واحد فالجار الكافر له حق الجوار قالوا يا رسول الله أنطعمهم من لحوم النُّسُك قال لا يَطْعَم المشركون من نُسُك المسلمين-

ترجمہ: کیاتمہیں پتہ ہے کہ پڑوسی کا کیاحق ہے؟ پڑوسی کاحق یہ ہے کہ جب تم سے کسی معاملے میں مدد مانگے توتم اس کی مدد کرو۔جب تم سے قرض مانگے توتم اس کوقرض دو۔جب اسے کسی چیز کی حاجت ہو توتم اس کی حاجت پوری کرو۔جب وہ بیمار ہوتوتم اس کی عیادت کروجب اس کا انتقال ہوجائے توتم اس کے جنازے میں شریک ہو۔جب اسے کوئی خوشی میسر آئے توتم اس کومبارک باد پیش کرو۔جب اس کوکوئی مصیبت آئے توتم اس کی تعزیت کرو۔بے اجازت اپنے گھر کی عمارت اس کے گھر کی عمارت سے بلند نہ کرو کہ اس کی طرف ہوانہ جاسکے۔اور پھل خریدوتواس کواس میں سے تحفہ دو،اگر یہ نہیں کرسکتے توخفیہ طور پر لے جاؤ اور تمھارے بچے بھی پھل ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نہ جائیں۔اس کواپنی ہانڈی کی خوشبو سے تکلیف مت دو،مگر یہ کہ تم اس کواس میں سے کچھ بھیج دیاکرو،کیاتم جانتے ہوکہ پڑوسی کاحق کیاہے؟خداکی قسم!پڑوسی کاحق بہت کم ہی لوگ اداکرپاتے ہیں۔

پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں،بعض کے تین حقوق ہوتے ہیں،بعض کے دو حقوق ہوتے ہیں اور بعض کاصرف ایک حق ہوتا ہے۔

[۱]وہ جس کے تین حقوق ہیں وہ پڑوسی ہے جو رشتے دار بھی ہے اور مسلم بھی ہے۔اس کے لیے اسلام کاحق بھی ہے، رشتے داری کاحق بھی ہے،اور پڑوسی کاحق بھی ہے۔

[۲]وہ پڑوسی جومسلم ہے لیکن رشتے دار نہیں ہے اس کے لیے اسلام کاحق ہے اور پڑوس کاحق ہے۔

[۳]وہ پڑوسی جو کافر ہے،اس کے لیے صرف پڑوس کاحق ہے۔[جامع الاحادیث،ج:۱،ص:۲۶۴،حدیث:۴۱۰]

حاصل کلام یہ کہ اگر کسی پڑوسی کے ساتھ پڑوس کے علاوہ اور کوئی قرابت بھی ہے تواس کاحق دوبالا ہوجاتاہے۔نیز یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کاکرم ہے کہ آپ نے کفار کوبھی حقوق فراہم کیے ہیں۔

دعاہے کہ اللہ کریم عزوجل ہم سب کوآقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جملہ فرامین پر عمل پیرا ہوکر پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین! ❁❁❁

شرعی رہنمائی

آپ کے سوالات، مفتیان عظام کے جوابات

نوٹ: قارئین اپنے سوالات درج ذیل ای میل آئی ڈی یا واٹسپ نمبر پر بھیج سکتے ہیں:
paighamemustafa2018@gmail.com / WhatsApp 8953078321

مریض ریفر کرنے کی اجرت لینا دینا کیسا ہے؟

زید ایک ڈاکٹر ہے اس کے پاس جو بڑے مریض آتے ہیں اپنے سے سینیر ڈاکٹر بکر کے پاس بھیجتا ہے اور بکر اس کو کچھ روپے ریفر کرنے کے بدلے بطور معاوضہ دیتا ہے، کیا زید اور بکر کا ایسا کرنا جائز ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجـــــواب: مریض کو اپنے سے بڑے ڈاکٹر کے پاس منتقل کرنا جائز ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، لیکن محض منتقل کرنے کی وجہ سے زید اجرت کا مستحق نہیں، اس لیے کہ شرعاً کوئی بھی شخص کام کرنے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے، محض بولنے اور مشورہ دینے سے نہیں۔ اس لیے صورت مسئولہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ زید کا بطور معاوضہ بکر سے روپے لینا جائز نہیں، ہاں اگر بکر بطور بر و صلہ دے تو جائز ہے لیکن جب معاوضہ لینے کا عرف ہو چکا ہے تو نذر کے طور پر دینا بھی اس وقت جائز ہوگا جب پہلے ہی سے یہ دونوں نہ لینے دینے کا عہد کر لیں۔ یا بکر زید سے کہہ دے کہ تم بڑے مریض کو فلاں جگہ تک پہنچا دینا میں تم اس کی اجرت اتنے روپے دوں گا اور زید مریض کے ساتھ چل کر اسے متعیّن جگہ تک پہنچا دے تو اس صورت میں زید اجرت کا مستحق ہو گا اور اسے اجرت لینا جائز ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:

ان الدلالة والاشارة ليست بعمل يستحق بهالاجر ،وان قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه :ان دلتنى على كذا فلك كذا،ان مشى له فدله فله اجر المثل للمشى لاجله لان ذلك عمل يستحق بعقد الاجارة، وان دل بغير مشى فهو والاول سواء .[ردالمحتار، ج:۹،ص:۱۳۱، باب فسخ الاجارۃ]

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

من ضل له مال قال: من دلنى عليه فدله واحد لا يستحق شيأوان قال ذلك لواحد فدله هو بالكلام فكذلك وان مشى معه حتى ارشده فله اجر المثل [فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیۃ، ج:۵، ص:۴۸، نوع: الاعمال اللتی لاتصح الاجارۃ بھاوتصح]

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

لو قال هو لك ان شئت فدفعه اليه فقال شئت،عن الثانى رحمه الله أنه يجوز كذا فى الوجيز للكردری۔[ج:۴، ص:۳۷۷، الباب الثانی فیما یجوز من الھبۃ ومالا یجوز]

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اجرت آنے، جانے، محنت کرنے کی ہوتی ہے، نہ بیٹھے بیٹھے دو چار باتیں کہنے، صلاح بتانے، مشورہ دینے کی" [فتاویٰ رضویہ، ج:۸، ص:۱۴۶، کتاب الاجارۃ]

صورت مسئولہ سے ظاہر ہے کہ زید مریضوں کو بکر کا صرف پتہ بتا دیتا ہے، مریضوں کے ساتھ خود چل کر نہیں جاتا، اس لیے زید اور بکر کا ایسا کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتــــــبہ: محمد عارف حسین القادری المصباحی

خادم الافتا: الجامعۃ المخدومیہ سراج العلوم، کان پور

ایام تعطیل کی تنخواہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

[۱] زید کی تقرری ایک مدرسہ میں بحیثیت مدرس ماہ شوال سے ہوئی، زید نے ماہ شوال سے مدرسہ کے تعلیمی سال مکمل ہو نے تک خدمت انجام دیا تو زید ماہ شعبان و رمضان و شوال کی دس تاریخ تک کی تنخواہ لینے کا حق دار ہے یا نہیں؟

[۲] اگر اراکین مدرسہ میں سے صدر مدرسہ مذکورہ ایام کی تنخواہ دینے سے انکار کرے اور کہے ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ چھٹی کی تنخواہ دی جائے اور مدرس کے مانگنے پر ٹال مٹول کرے تو ایسے شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

مولانا محمد کلیم رضوی، فتح پور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجــــــواب: ماہ رمضان المبارک، عیدین و عاشورہ وغیرہا کی چھٹیوں کو شریعت طاہرہ کی اصطلاح میں "تعطیلات معہودہ" کہا جاتا ہے۔ اس بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر ارکان ادارہ مدرس و ملازم کو ایام تعطیل ختم ہونے کے بعد ملازمت سے برطرف کرے تو مدرس پورے ایام تعطیل کی تنخواہ کا مستحق ہوگا اور اگر اثنائے تعطیل ہی ملازمت سے معزول کر دے اور مدرس کو اس کی اطلاع بھی دے دے تو صرف اسی دن تک کی تنخواہ کا حق دار ہوگا، جس دن سے اسے ملازمت سے معزول کیا گیا۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

البطالة فى المدارس كايام الاعياد و يوم عاشوره وشهر رمضان. فى درس الفقه على وجهين: ان مشروطة لم يسقط من المعلوم شئى ،والا فينبغى أن يلتحق ببطالة القاضى ،ففى المحيط : أنه ياخذ فى يوم البطالة ،وقيل: لا ،و فى المنية : يستحق فى الاصح ، واختاره فى منظومة ابن وهبان ،وقال: انه الأظهر [الاشباہ والنظائر، ج:۱، ص:۱۱۸، حکم البطالۃ فی المدارس، القاعدۃ السادسۃ، مکتبہ شاملہ]

اب صورت مسئولہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر ارکان ادارہ نے زید کو ایام تعطیل یعنی شعبان، رمضان اور شوال کی چھٹیوں کے ایام گزرنے کے بعد ملازمت سے معزول کیا ہے یا زید از خود مستعفی ہو گیا ہے، تو وہ بلا شبہہ ان ایام کی تنخواہ کا مستحق ہے اور اگر اثنائے تعطیل ہی برطرف کیا گیا ہے یا از خود ہو گیا ہے تو اسی دن تک کی تنخواہ کا حق دار ہے۔ ارکان ادارہ پر واجب ہے کہ بہت جلد زید کو تنخواہ دے دیں، ورنہ سخت گنہ گار اور عذاب شدید کے سزاوار ہوں گے۔ نیز ان پر لازم ہے کہ اپنے فعل مذموم پر نادم و پشیماں ہو کر زید سے معافی مانگیں اور توبہ و استغفار کریں۔ واضح رہے کہ اگر زید کو ایام تعطیل کے آغاز میں ہی ملازمت سے معزول کر دیا گیا تھا تو وہ اصلا تعطیل کلاں کی تنخواہ کا حقدار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتــــــبہ: محمد عارف حسین القادری المصباحی

خادم الافتا: الجامعۃ المخدومیہ سراج العلوم، کان پور

موضوع احادیث سے متعلق چند بنیادی مباحث

مولانا طفیل احمد مصباحی

اسلام کے عقائد و اعمال اور شریعتِ مطہرہ کے جملہ اقوال و ارشادات کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے۔ قرآن و احادیث قیامت تک کے لیے تمام بنی نوع انساں کے لیے سراپا ہدایت اور مشعلِ راہِ نجات ہیں۔ ان دونوں کی حیثیت چوں کہ شرعی ماخذ کی ہے، اس لیے ان کا یقینی و قطعی ہونا ضروری اور ہر قسم کے شک و ارتیاب سے پاک ہونا لازمی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ: وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اور وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾ کے مطابق اگر چہ قرآن مقدس میں ہر چھوٹی بڑی شے اور ہر خشک و تر کا بیان موجود ہے، بایں ہمہ اس کی حیثیت متن کی ہے اور حدیث اس کی شرح و تفسیر ہے۔ حدیث کی شرعی و آئینی حیثیت مسلم ہے۔ دینِ اسلام کے تمام احکام و قوانین اور جملہ امور و معاملات اسی سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔

احادیثِ مبارکہ آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں اگر چہ موجودہ ہیئت و کیفیت کے ساتھ مدون نہیں ہوئی تھیں، تاہم صحابۂ کرام اور ان کے بعد تابعین و اتباع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین ان کی حفاظت و صیانت کا خاص اہتمام فرماتے اور راویانِ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد کی روایت میں غایت درجہ حزم و احتیاط سے کام لیتے۔ خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد امتِ مسلمہ ہی نت نئے فتنوں نے سر اٹھانا شروع کیا۔ صغار تابعین عظام کے دور میں سیاسی اور مذہبی فتنے اتنی شدت کے ساتھ رونما ہوئے کہ ان پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ ان فتنوں میں سے ایک فتنہ "وضعِ حدیث" کا بھی تھا، جس کی سرکوبی کے لیے ائمۂ محدثین میدانِ عمل میں آئے اور اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں اور قربانیوں سے اس فتنے کا گلا گھونٹ دیا۔ وضعِ حدیث کے فتنے کو روکنے کے لیے حضراتِ محدثین نے روایت اور درایت دونوں مورچوں پر کام کیا۔ احادیث کی جمع و تدوین کے ساتھ فن جرح و تعدیل، اسماے رجال، عللِ حدیث اور نقدِ رجال کے اصول و قوانین وضع کیے۔ رواۃِ ثقات و ضعفا پر کتابیں تصنیف کیں اور مجروح رواۃ کے عیوب بیان کیے۔ حدیثِ صحیح و حسن اور ضعیف و موضوع کی معرفت کے لیے اصول و شرائط وضع کیے۔ غرض کہ احادیثِ طیبہ کی حفاظت و صیانت کا غیر معمولی اہتمام کیا گیا، تا کہ شریعتِ اسلامیہ کا یہ دوسرا اہم ماخذ شکوک و شبہات اور اوہام و خرافات سے محفوظ رہ سکے۔ احادیث کی روایت و درایت، حفاظت و صیانت، جرح و تعدیل اور اسمائے رجال کی بابت امت مسلمہ کو جو خصوصیت اور اعزاز حاصل ہے، دنیا کی کوئی قوم اس معاملے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

وضعِ احادیث کے اغراض و مقاصد:

عوام میں موضوع احادیث اور من گھڑت روایات کے پھیلنے کے بہت سارے اسباب و وجوہ ہیں اور ان کے پھیلانے والے مختلف گروہ ہیں۔ لوگوں نے دینی و سیاسی و مسلکی اغراض و مقاصد کے تحت احادیث گڑھی ہیں۔ محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الحیٔ فرنگی محلی علیہ الرحمہ "الآثار المرفوعہ فی الاحادیث الموضوعہ" کے مقدمہ میں اس حوالے سے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ حدیث

وضع کرنے والے مختلف فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں :

الثامن:قوم حملهم على الوضع قصد الاغراب والاعجاب و هو كثير فى القصاص و الوعاظ اللذين لا نصيب لهم من العلم و لا حظ لهم من الفهم . . . فان كثيرا من الزهاد كانوا جاهلين غير مميزين بين ما يحل لهم و ما يحرم عليهم . فكانوا يظنون ان وضع الأحاديث ترغيبا و ترهيبا لا باس به بل هو واجب للأجر ؛ الا ترى الى عباد زماننا ممن لم يمارس العلوم و لم يوفق لخدمة أرباب الفهم كيف انهمكوا فى ارتكاب البدعات ظنا منهم أن ارتكابها من الحسنات.

[الآثار المرفوعة فى الأحاديث الموضوعة، ص: ١٨ ، مطبوعه : دار الكتب العلمية ، بيروت]

یعنی موضوع روایات گڑھنے والوں میں ایک گروہ ان واعظوں اور گویّوں کا بھی ہے، جن کو نہ علم ہے اور نہ فکر وفہم۔ ان کا مقصد عجیب و غریب باتیں عوام میں پھیلانا ہے اور اسی مقصد کے تحت وہ احادیث گڑھتے ہیں.... اسی طرح بہت سارے جاہل صوفیہ اور زاہدانِ خشک جنھیں حلال و حرام کی تمیز نہیں ہے، وہ گمان کرتے ہیں کہ ترغیب و ترہیب[بشارت وعید] سے متعلق احادیث گڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ یہ باعثِ اجر اور کارِ ثواب ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آج کل کے بے عمل زہاد و عباد جنھوں نے نہ اکتسابِ علوم کیا ہے اور نہ اربابِ علم وفہم کی صحبت اٹھائی ہے، وہ طرح طرح کی بدعات وخرافات میں ملوث ہیں اور انہیں داخلِ حسنات گردانتے ہیں۔

علامہ حافظ ابن صلاح نے بھی اس قسم کے گروہ کی نشان دہی فرمائی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

و الواضعون للحديث اصناف ، و اعظم ضررا قوم من المنسوبين الى الزهد وضعوا الحديث احتسابا فيما زعموا فتقبل الناس موضوعاتهم ثقة منهم بهم و ركونا اليهم . ثم نهضت جهابذة الحديث بكشف عوارها و محو عارها و الحمد لله. [مقدمہ ابن صلاح، ص:۹۹، دار الفکر، بیروت]

ملاحدہ وزنادقہ نے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں فتنہ وفساد برپا کرنے اور احکامِ شرع کو باہم خلط ملط کرنے کی غرض سے ہزاروں احادیث وضع کیں ۔ یہ لوگ در اصل ان یہود و نصاری کے چیلے چپاٹے تھے جنہوں نے آسمانی کتابوں میں تحریفیں کیں اور حسبِ منشا ان میں حذف و اضافہ کا افسوس ناک کام انجام دیا۔ حضرت حماد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:وضعت الزنادقة أربعة آلاف حديث ۔جعفر بن سلیمان سے مروی ہے کہ انہوں نے مہدی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان کے سامنے ایک زندیق اس بات کا اعتراف کیا کہ اس نے چار سو حدیثیں گڑھی ہیں اور وہ لوگوں میں رائج و متداول ہو چکی ہیں۔ نیز غلو فی الدین اور مسلک تعصب کے زیرِ اثر اہلِ تشیع نے مناقبِ اہلِ بیت میں چار لاکھ حدیثیں وضع کیں۔ نعوذ باللہ من ذلک!!

اغراض ومقاصد کے لحاظ سے وضّاعین یعنی احادیث گڑھنے والوں کی مختلف قسمیں ہیں، جیسا کہ الآثار المرفوعة میں مرقوم ہے :

الاول : قوم من الزنادقة قصدوا افساد الشريعة و ايقاع الخلط و الخبط فى الأمة ..... والثانى: قوم كانوا يضعون الأحاديث فى الترغيب و الترهيب ليحثوا الناس على الخير و يزدجروهم عن الشر و أكثر الأحاديث صلوات الأيام و الليالى من وضع هؤلاء....الثالث :قوم كانوا يقصدون وضع الاحاديث نصرة لمذاهبهم... والرابع : قوم استجازوا وضع الأسانيد لكل كلام حسن زعما منهم أن الحسن كله أمر شرعى لا باس بنسبته الى رسول الله صلى الله عليه وسلم... الخامس : قوم حملهم على الوضع غرض من اغراض الدنيا كالتقرب الى السلطان و غيره... السادس: قوم حملهم على الوضع التعصب المذهبى و التجمد التقليدى ، كما وضع مامون الهروى حديث : من

رفع يديه في الركوع فلا صلوٰة له.... و السابع : قوم حملهم على الوضع حبهم الذی اعماهم و اصمهم كما وضعوا فی مناقب اهل البيت و مثالب الخلفاء الراشدين و معاوية و غيرهم و وضعواأحاديث فی مناقب أبي حنيفة. ومن هذا القبيل الأحاديث الموضوعة فی مناقب البلدان و ذمها و الأحاديث الموضوعة فی فضل اللسان الفارسية و ذمها، كحديث : لسان أهل الجنة العربية و الفارسية الدرية .

ترجمہ: واضعینِ حدیث میں پہلا گروہ زنادقہ کا ہے جس نے شریعت میں فساد اور امت میں خلط پیدا کرنے کی غرض سے احادیث وضع کی ۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس نے لوگوں کو بھلائی کی طرف مائل کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے ترغیب و ترہیب سے متعلق احادیث وضع کی ۔ تیسرے گروہ نے اپنے مذہب و مسلک کی تائیدوحمایت کی غرض سے یہ کام کیا۔ چوتھے گروہ نے ہر اچھے کلام کے لیے وضعِ احادیث کی طرح ڈالی یہ گمان کرتے ہوئے کہ ہر قسم کا کارِحسن ایک امر شرعی ہے، لہٰذا اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ واضعینِ حدیث کا پانچواں گروہ ان لوگوں کا ہے جنھوں نے دنیاوی غرض مثلاً بادشاہوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے حدیث گڑھی ۔ چھٹا گروہ وہ ہے جس نے مذہبی تعصب اور تقلیدِ جامد کے باعث ایسا گھناؤنا کام انجام دیا۔ جیسا کہ مامون ہروی نے یہ حدیث: جس نے رکوع میں رفعِ یدین کیا، اس کی نماز نہیں ہوئی ۔ ساتواں گروہ وہ ہے جسے مذہبی شخصیات کی محبت نے اندھا اور اور بہرا کر دیا ہے اور اس نے اہلِ بیت کے مناقب اور دیگر خلفاے راشدین و حضرت امیر معاویہ کی برائی میں [معاذ اللہ] احادیث وضع کی ۔ نیز بہت سارے لوگوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی شان میں حدیث وضع کی ۔ اسی طرح مختلف شہروں کی فضیلت و مذمت اور فارسی زبان کی فضیلت و مذمت میں حدیثیں کثرت سے ایجاد کی گئیں ۔[الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ص:۱۲ تا ۱۷، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت]

موضوع حدیث کی روایت کا حکم :

شیخ الاسلام امام ابو عمر و عثمان بن عبد الرحمٰن شہزوری معروف بہ ابن صلاح ''موضوع حدیث'' کی تعریف اور اس کا حکم بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

معرفة الموضوع و هو المختلق المصنوع . اعلم أن الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفه و لا تحل روايته لأحد علم حاله فی أی معنی كان الا مقرونا ببيان وضعه ، بخلاف غيره من الأحاديث الضعيفه التی يحتمل صدقها فی الباطن ، حيث جاز روايتها فی الترغيب والترهيب علی ما نبينه قريبا ان شاء الله تعالیٰ. [علوم الحدیث معروف بہ مقدمہ ابن صلاح، ص:۹۸، دار الفکر، بیروت]

ترجمہ: حدیثِ موضوع کی معرفت۔ موضوع، گڑھی ہوئی حدیث کو کہتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ حدیثِ موضوع ، ضعیف احادیث کی بدترین قسم ہے ۔ جس شخص کو اس کے موضوع ہونے کا علم ہے، اس کے لیے اس کی روایت کسی بھی صورت جائز نہیں ۔ ہاں ! اس کی وضعیت ظاہر کرنے کے بعد اس کی روایت کی جا سکتی ہے ۔ موضوع کے برعکس دیگر ضعیف احادیث کے نفس الامر میں صادق ہونے کا امکان و احتمال ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ترغیب و ترہیب میں ضعیف احادیث کی روایت جائز ہے، جسے ہم عنقریب بیان کریں گے ۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت امام نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں :

يحرم رواية الحديث الموضوع علی من عرف كونه موضوعا أو غلب علی ظنه وضعه ، فمن روىٰ حديثا علم أو ظن وضعه و لم يبين حال رواية وضعه فهو داخل فی هذا الوعيد و مندرج فی جملة الكاذبين علی رسول الله صلی الله عليه وسلم .

یعنی جس شخص کو حدیث کے موضوع ہونے کا علم یا ظن غالب ہو اور اس کے باوجود اس کی وضعیت ظاہر کیے بغیر وہ اس کی

روایت کرے تو یہ حرام ہے اور اس شخص کا شمار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والوں میں ہوگا۔
[شرح صحیح مسلم للنووی، جلد اول، ص:۷۱، المطبعۃ الازھریۃ، مصر]

حدیث وضع کرنا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا ہے اور یہ سخت حرام ہے۔ جب ایک عام انسان پر جھوٹا الزام لگانا اور اس کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا ناجائز ہے تو وہ ذاتِ گرامی جس کا ہر قول وفعل عینِ شریعت اور جس کا کلام وحیِ الٰہیٰ ہے، اس کی طرف کذب کی نسبت کرنا اور جھوٹی حدیث گڑھ کر اس کی طرف منسوب کرنا، کتنا سنگین جرم اور سخت ترین گناہ ہوگا۔ موضوع حدیث کا تعلق خواہ احکام سے ہو یا ترغیب وترہیب اور مواعظ ورقاق سے، یہ من کل الوجوہ حرام، گناہ کبیرہ اور افتح القبائح ہے۔ اس کی حرمت وقباحت پر تمام محدثین کا اجماع و اتفاق ہے۔ امام نووی اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: لا فرق فی تحریم الکذب علیه صلی الله علیه وسلم بین ما کان فی الأحکام و ما لا حکم فیه کالترغیب و الترهیب و المواعظ و غیر ذلك فکله حرام من أکبر الکبائر و أقبح القبائح باجماع المسلمین الذین یعتد بهم فی الاجماع. [شرح صحیح مسلم للنووی، ج:۱، ص:۰۷، مطبوعہ: المطبعۃ الازھریۃ، مصر]

لہٰذا روایتِ حدیث میں غایت درجہ حزم واحتیاط ضروری ہے اور سندِ حدیث ومتنِ حدیث کی تحقیق وتنقیح لازمی ہے۔ آج تو درایتِ حدیث کا کافی حد تک فقدان نظر آتا ہے اور جہاں تک روایتِ حدیث کی بات ہے تو اس میں بھی بہت غفلت برتی جاتی ہے۔ جس کو دیکھو وہ قال قال رسول اللہ کہتا نظر آتا ہے اور ہر قسم کی صحیح وسقیم، غایت درجہ ضعیف اور بعض اوقات موضوع حدیث بیان کرتا پھرتا ہے۔ اس معاملے میں موجودہ پیشہ ور واعظین اور نام نہاد مقررین کچھ زیادہ ہی ملوث نظر آتے ہیں۔ موضوع احادیث کو فروغ دینے میں کل بھی اس قسم کے قصّاص وواعظین نے افسوس ناک کردار ادا کیا تھا اور آج بھی یہ کام انجام دے رہے ہیں۔ الامان والحفیظ!

آج کل فیس بک، واٹس ایپ اور دیگر برقی سائٹ پر حدیث کے نام پر ایسی ایسی باتیں لکھی ہوتی ہیں کہ اللہ کی پناہ! قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آخری زمانے ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو آپ کے سامنے ایسی ایسی باتیں پیش کریں گے جن سے نہ آپ کے کان آشنا ہوں گے اور نہ آپ کے آبا واجداد کے۔ اللہ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایسے لوگوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، تاکہ ہم ضلالت و گمرہی اور فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الأحادیث بما لم تسمعوا أنتم و لا آباءکم فایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم. [صحیح مسلم شریف مع شرح النووی، جلد اول، ص:۷۸،۷۹، ناشر: المطبعۃ الازھریۃ، مصر]

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "مقدمۂ صحیح مسلم" میں لکھتے ہیں:

واعلم وفقك الله تعالیٰ ان الواجب علی کل احد عرف التمییز بین صحیح الروایات و سقیمها و ثقات الناقلین لها من المتهمین ان لا یروی منها الا ما عرف صحة مخارجه.

یعنی ہر شخص پر صحیح وسقیم [ضعیف و موضوع] روایات کے درمیان فرق وامتیاز کرنا ضروری ہے۔ ناقلینِ احادیث ثقہ ہیں یا متہم بالکذب؟ اس پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے۔ صحتِ مخارج کی معرفت کے بغیر حدیث کی روایت درست نہیں۔

موضوع احادیث کی علامات:

احادیث کی تحقیق وتنقیح میں مہارتِ تامہ رکھنے والے محدثین نے موضوع احادیث اور من گھڑت روایات کی کچھ علامتیں بیان کی ہیں، جن کے سہارے حدیث کی موضوعیت کا حال دریافت کیا جاسکتا ہے اور ان کی روشنی میں کسی کی طرف سے پیش کردہ احادیث کی صحت ووضع کا کچھ حد تک اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حافظ ابنِ صلاح

کے بقول: ”حدیث کا موضوع ہونا کبھی واضع کے صریح اقرار سے ظاہر ہوتا ہے یا ایسے قول سے جو اقرار کے قائم مقام ہو۔ اسی طرح کبھی راوی و مروی کا حال اور حدیث کے الفاظ و معانی کی رکاکت [ناشائستگی] اس کے موضوع ہونے پر قرینہ ہوتا ہے“۔

علاماتِ وضع کبھی سند میں ہوتی ہیں اور کبھی متن میں ۔ راوی کذاب یا معروف بالکذب ہو اور اس کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے اس حدیث کی روایت نہ کی ہو تو اس کی بیان کردہ حدیث باعتبارِ سند موضوع ہوگی۔ اسی لیے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ”مقدمۂ مشکات“ میں موضوع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :

حدیث المطعون بالکذب یسمیٰ موضوعا .

یعنی مطعون بالکذب کی حدیث موضوع ہے، خواہ نفس الامر میں وہ موضوع نہ ہو۔ حدیث باعتبارِ متن اس وقت موضوع ہوتی ہے کہ اس کے الفاظ یا معانی میں رکاکت ہو۔ جو حدیث صریح قرآنی آیات کے خلاف ہو اور قابلِ تاویل نہ ہو، وہ موضوع ہے ۔ مثلاً: یہ حدیث: ولد الحرام سات پشتوں تک جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ حدیث، آیت کریمہ: و لا تزر وازرة وزر اخریٰ کے خلاف ہے۔ اسی طرح جو حدیث صریح سنتِ متواترہ مشہورہ کے خلاف ہو یا قرآن و حدیث سے ماخوذ اصول و قواعد کے معارض ہو، وہ بھی موضوع ہے۔ اسی طرح جو حدیث مبالغہ آمیز سزا و جزا پر مشتمل ہو/یا عہدِ رسالت کے معروف تاریخی حقائق یا اجماع امت کے خلاف ہو، وہ بھی از قبیلِ موضوعات ہے۔ نیز کسی مشہور واقعہ کو صرف ایک راوی کا روایت کرنا یا حدیث کا راوی کے مسلک و عقیدہ کے مطابق ہونا بھی اس کے موضوع ہونے کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔

ان کے علاوہ حدیث کے موضوع ہونے کی چند علامتیں یہ ہیں:

[۱] حدیث میں ایسی نامعقول بات کہی گئی ہو جس کی تائید و توثیق دیگر احادیث و آثار سے نہ ہوتی ہو۔ مثلاً: یہ حدیث ”جس نے ایک بار کلمۂ طیبہ لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا، اللہ اس کلمے کی برکت سے ایک پرندہ پیدا کرے گا، جس کی ستر ہزار زبانیں ہوں گی ۔ ہر زبان پر ستر ہزار بولیاں جاری ہوں گی اور وہ پرندہ قائل کے حق میں دعائے مغفرت کرتا رہے گا۔ یا جس نے فلاں نیک عمل کیا، اسے جنت میں ستر ہزار شہر دیے جائیں گے ۔ ہر شہر میں ستر ہزار محل ہوں گے اور ہر محل میں ستر ہزار حوریں اس کے لیے ہوں گی۔ [۲] حدیث میں حسی مشاہدہ اور خارجی حقیقت کے خلاف بات کہی گئی ہو۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے: ”بینگن میں ہر بیماری سے شفا ہے ۔“ یہ بات خلافِ حقیقت ہے اور کسی احمق حکیم یا بینگن کے تاجر نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ [۳] حدیث میں بیہودہ سی بات بیان کی گئی ہو۔ مثال کے طور پر یہ حدیث کہ ”چاول اگر انسان ہوتا تو بڑا ہی بردبار ہوتا، جو اسے کھاتا ہے سیر ہو جاتا ہے“۔ ایسی بیہودہ باتیں تو عام معقول لوگ بھی نہیں کرتے، چہ جائے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات کریں ۔ [۴] حدیث میں ظلم یا برائی کی تلقین کی گئی ہو ۔ ایسی تمام احادیث جن میں دین و مذہب کی تعلیمات کے خلاف باتیں بیان کی گئی ہوں، ان کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔ [۵] حدیث میں کوئی باطل بات کہی گئی ہو۔ مثلاً: یہ من گھڑت حدیث ہے کہ ”آسمان پر جو کہکشاں دکھائی دیتی ہے وہ عرش کے نیچے موجود ایک سانپ کی پھنکار سے بنتی ہے“۔ یا ”جب اللہ تعالی ناراض ہوتا ہے تو وحی کو فارسی زبان میں نازل کرتا ہے اور جب خوش ہوتا ہے تو عربی زبان میں وحی نازل فرماتا ہے“۔ [۶] حدیث انبیاے کرام علیہم السلام کے کلام کے مشابہ نہ ہو۔ [۷] حدیث اطبا کے کلام سے مشابہ ہو۔ جیسے: ہریسہ کھانے سے کمر مضبوط ہوتی ہے یا مچھلی کھانے سے جسم کمزور ہوتا ہے ۔ [۸] حدیث میں مخصوص ایام کی خاص نمازوں کا ذکر ہو۔ لوگوں کی رغبت کے لیے مخصوص ایام جیسے جنگ احد کے دن، اتوار کی رات ، پیر کے دن ، غرض کہ ہر موقع کے لیے ایک مخصوص نماز سے متعلق حدیثیں وضع کی گئی ہیں ۔ خاص ایام اور خاص راتوں کے بارے میں جو نوافل اور نمازوں کا ذکر ہے، یہ

زیادہ تر صوفیہ کرام کے اقوال و افعال سے ماخوذ ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کی تقلید کرتے ہوئے مخصوص ایام میں ان نوافل کی ادائیگی درست ہے کہ یہ کارِ ثواب اور بلندی درجات کا سبب ہے۔ لیکن انہیں حدیث سمجھ کر ادا نہ کریں۔[۹] حدیث میں کسی خاص گروہ کی برائی بیان کی گئی ہو۔ جیسے: وہ احادیث جن میں اہل سوڈان کی برائی بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح ترکوں، مخنثین اور غلاموں کی برائی سے متعلق تمام احادیث جعلی اور موضوع ہیں۔ اسی طرح بغداد، دجلہ، بصرہ، کوفہ، مرو، قزوین، عسقلان، اسکندریہ اور انطاکیہ کے باشندوں نے بھی اپنے اپنے شہروں کی فضیلت میں حدیثیں ایجاد کیں۔ ایسی تمام احادیث من گڑھت ہیں۔

موضوع احادیث پر لکھی گئی چند اہم کتابیں :

بخاری و مسلم کی متفق علیہ مشہور حدیث ہے: من کذب علیّ متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار. کے مطابق موضوع احادیث اور من گڑھت روایات کا علم ضروری ہے۔ مندرجہ ذیل کتب و رسائل کو موضوع احادیث کی معرفت میں بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے، ان کا مطالعہ ہمیں ضرور کرنا چاہیے۔

[۱] **موضوعاتِ ابن جوزی** [وفات: ۵۹۷ھ]: موضوعات کے بارے میں اس کتاب کو تقدم اور اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ چوں کو آپ کو حفاظتِ احادیث سے کافی انہماک تھا اور احادیث کے معاملے میں کسی قسم کے تساہل اور مداہنت کے قائل نہیں تھے، اس لیے اس میں آپ سے اس میں کئی فروگذاشتیں ہوئی ہیں۔ آپ نے بہت ساری ضعاف و حسان کو بھی موضوعات کے خانے میں رکھ دیا ہے۔ لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ آپ نے اس باب میں ایک بڑا علمی مواد فراہم کیا ہے اور آنے والے محدثین کے لیے ایک اہم ماخذ چھوڑا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کے رد میں ''تعقبات علی الموضوعات'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی ہے اور علامہ ابن جوزی کے تسامحات کا ذکر کیا ہے۔ شائقینِ فن کے لیے یہ کسی نعمتِ مترقبہ سے کم نہیں ہے۔

[۲] **موضوعاتِ صنعانی:** اس کتاب میں محدث جلیل حضرت علامہ حسن صنعانی صاحبِ مشارق الانوار نے اگرچہ علامہ ابن جوزی کی پیروی کی ہے، لیکن موضوع سے متعلق گراں قدر معلومات بھی درج کی ہیں، جو طالبانِ احادیث کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

[۳] **موضوعات الاحادیث:** حضرت شیخ سراج الدین عمر بن علی القزوینی [وفات: ۸۰۴ھ] کی تصنیف ہے اور اب یہ نایاب ہے۔

[۴] **اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ:** خاتم المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ [وفات: ۹۱۱ھ] کی تصنیف ہے، جو معرفتِ موضوعات میں استنادی حیثیت کی حامل ہے۔

[۵] **تذکرۃ الموضوعات اور قانون الموضوعات:** یہ حضرت علامہ محمد طاہر پٹنی مصنف مجمع البحار [وفات: ۹۸۶ھ] کی تصنیف ہے۔

[۶] **موضوعاتِ کبیر اور اللآلی المصنوع فی الحدیث الموضوع:** یہ دونوں کتابیں محدثِ جلیل حضرت ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ [وفات: ۱۰۱۴ھ] کی ہیں۔ موضوعات کے باب میں ان دونوں کا شمار جامع اور معرکۃ الآرا تصانیف میں ہوتا ہے۔

[۷] **الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ:** یہ قاضی شوکانی کی تالیف ہے، اس میں انہوں نے علامہ ابنِ جوزی کی تقلید کی ہے اور احادیثِ مبارکہ کو ضعیف و موضوع قرار دینے میں تشدد کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جب تک دیگر ائمۂ محدثین کے اقوال و ارشادات سے تائید نہ ہو، اس کے مندرجات پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ آں جناب نے اس کتاب میں بہت ساری ضعیف اور حسن حدیثوں کو بھی موضوعات کے زمرے میں شامل کر دیا ہے۔

[۸] **المقاصد الحسنۃ للسخاوی:**

[۹] **کشف الخفاء للعجلونی :**

[۱۰] **الآثار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ:** یہ حضرت مولانا عبد الحئی فرنگی محلی لکھنوی [۱۳۰۴ھ] کی بلند پایہ تصنیف ہے۔

☆☆☆

ضروریات دین: ایک تعارف

مفتی محمد شبیر عالم مصباحی: استاذ و مفتی دار العلوم انوار رضا نوساری، گجرات

عقیدہ: دل کے اذعان [یعنی یقین و اعتماد] کا نام ہے امداد اللبیب میں ہے:

"العقائد ما عقد علیه القلب و اطمأن الیه"

نیز اسی میں آگے علامہ جرجانی کی تعریفات کے حوالے سے ہے:

"ما یقصد فیه نفس الاعتقاد دون العمل کا لاعتقاد بان الله قادر علی کل شیئ" [ص:۱۱، مجلس برکات]

فقیہ فقید المثال اعلی حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"عقیدہ وہ چیز ہے جس کا اعتقاد مدار سنیت اور اس کا انکار بلکہ اس میں تردد گمراہی وضلالت" [فتاوی رضویہ مترجم، ج:۲۸، ص:۳۶۲]

علم کلام کا تعلق سراسر قلب سے ہے، اعضاو جوارح سے نہیں ہے، اعضاو جوارح سے جس علم کا تعلق ہے اسے اہل شرع کی اصطلاح میں فقہ کہتے ہیں، مگر چوں کہ دل ایک امر مخفی ہے اس لیے ظاہر کو اس کی علامت کے طور پر مقرر کر دیا گیا، لہذا جب کوئی زبان سے کچھ کہتا ہے یا اپنے حرکت و عمل سے کوئی کام کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں کا عقیدہ یہ ہے، فلاں کا عقیدہ یہ ہے۔

آپ حضرات اس حدیث کو یاد کریں جب ایک موقع پر اسلامی فوج نے کفار پر یلغار کی تو کچھ لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، بعض صحابہ نے کلمہ سن کر ہاتھ روک لیا اور بعض صحابہ نے یہ سمجھ کر کہ وہ اپنی جان بچانے کی خاطر اس وقت کلمہ پڑھ رہا ہے یہ مانا نہیں جائے گا، ان میں سے ایک کو قتل کر دیا، یہ خبر سرور کائنات ﷺ تک پہنچی تو سرکار دوعالم ﷺ نے ان حضرات سے پوچھا جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تم نے اسے کیوں قتل کیا؟ انہوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ صرف اپنی جان کی امان کی خاطر کلمہ پڑھ رہا تھا، دل سے کلمہ نہیں پڑھ رہا تھا، ورنہ پہلے ہی پڑھ لیا ہوتا، سرکار علیہ السلام نے فرمایا: أفلا شققت عن قلبه، کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ یعنی جب ظاہراً اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور ظاہر ہی باطن کا غماز ہے تو تمہیں اس کا اعتبار کرنا چاہیے تھا۔ [مجمع الزوائد، ج:۱، ص:۲۳۔ صحیح مسلم، حدیث:۹۶]

فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۳۸۵ میں ہے:

"مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہیں" [یعنی عقیدہ کے چار درجات ہیں]

[۱] ضروریات دین۔ [۲] ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت [۳] ثابتات محکمہ [۴] ظنیات محتملہ

ایک دوسری جگہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اخیر الذکر کی دونوں قسموں کو حکم کے اعتبار سے ایک قسم میں شمار کیا ہے، آپ رقم طراز ہیں:

"مسلمانوں! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک ضروریات دین ان کا منکر بلکہ ان میں ادنی شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے۔ ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ دوم ضروریات عقائد اہل سنت، ان کا منکر بدمذہب گمراہ ہوتا ہے۔ سوم: وہ مسائل کہ علمائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہوں ان میں کسی طرف تکفیر

وتضلیل ممکن نہیں۔[فتاویٰ رضویہ جلد۲۹،ص:۴۱۴،۴۱۳]

ضروریات دین کی تعریف:

دین کے ایسے عقائدواعمال کو کہتے ہیں جو قرآن عظیم، احادیث متواترہ[اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک ایسی راویوں کی جماعت روایت کرتی ہے جس کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا عقلاًوعادتاً ناممکن ہو۔ اور دوسری جماعت جو اس پہلی جماعت سے روایت کرتی ہے وہ بھی اسی کی طرح ہوتی ہے اور یہ وصف سند کے آغاز، وسط اورآخر تک موجودرہتاہے۔]یااجماع امت[امت محمدیہ کے مجتہدین کے اس اتفاق کا نام ہے جو حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد کسی زمانہ میں کسی بھی امرپر ہوا ہو]سے قطعی طور پر ثابت ہوں اور جو نصوص ان عقائدواعمال کو ثابت کرنے کے لیے لائے گئے ہوں وہ اپنے معنی ومراد کو صاف اورواضح ظاہر کرتے ہوں، اوروہ عقائدواعمال مسلمانوں کے مابین اس قدر معروف ومشہور ہوں کہ خواص وعوام جو علماے دین اوردین سے تعلق رکھتے ہوں سب کو معلوم ہوں، تو ایسے عقائدواعمال کو ضروریات دین کہتے ہیں، جیسے اللہ ایک ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں، نماز، روزہ، حج وغیرہ کا کار ثواب ہونااور جھوٹ، شراب نوشی وغیرہ کا گناہ ہونا۔

مذکورہ مفہوم کی تائید فقہاوعلماے کرام کے اقوال سے ہوتی ہے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

اول ضروریات دین ان کا ثبوت قرآن عظیم یا احادیث متواتر یااجماع قطعی، قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتاہے جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔[فتاویٰ رضویہ ج:۲۹،ص:۳۸۵]

علامہ ابن امیر حاج حنفی[وفات:۸۷۹ھ]لکھتے ہیں:

ماکان من ضرور یات الدین ای دین الاسلام وھو مایعرفه الخواص والعوام من غیر قبول للتشکیك کوجوب اعتقادالتوحید والرسالة ووجوب الصلوٰۃ الخمس واخواتھامن الزکاة والصیام والحج۔ [التقریر والتحبیر، جلد۳، ص:۱۱۳]

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان [وفات: ۱۲۵۲ھ]ردالمحتار میں لکھتے ہیں:

ماکان من ضروریات الدین وھومایعرف الخواص والعوام انه من الدین.[ج:۲،ص:۵]

صدرالشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

ضروریات دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہوں۔ جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت ونار، حشرونشر وغیرہا۔[بہار شریعت، ج:۱، ص:۱۷۲]

شرائط ضروریات دین:

ضروریات دین کی مذکورہ تعریف میں غوروفکر کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی حکم شرعی کے ضروریات دین میں سے ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں، جن میں سے کوئی ایک بھی شرط مفقود ہوجائے تو وہ حکم ضروریات دین سے نہ ہوگا، وہ تینوں شرطیں یہ ہیں۔[۱]قطعی الثبوت ہونایعنی وہ حکم قرآن پاک یا حدیث متواتر یااجماع قطعی سے ثابت ہو۔[۲]قطعی الدلالہ ہونا یعنی حکم بیان کرنے کے لیے جو عبارت لائی گئی ہو وہ اپنے معنی ومراد کو صاف ظاہر کرتی ہو۔[۳]اس قدر معروف ومشہور ہو کہ عوام وخواص سب کو معلوم ہو۔

مذکورہ تفصیل کی تائیدوثبوت درج ذیل عبارتوں سے ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ[وفات:۹۷۴ھ]تحریر فرماتے ہیں:

المعلومة من الدین بالضرورة ضابطه وھوان یکون قطعیا مشھورابحیث لایخفی علی العامة المخالطین بالعلماء بان یعرفوہ بداھة من غیر افتقار الی نظر واستدلال۔[فتاویٰ حدیثیہ، ج:۱، ص:۱۴۱]

فقیہ فقید المثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

القطع علی ثلثة اوجه ،قطع عام یشترك فیه الخواص والعوام وھوالحاصل فی ضروریات الدین۔ [فتاویٰ رضویہ،ج:۱،ص:۲۴۹]

قطعی الثبوت وقطعی الدلالہ کا مفہوم:

قطعی الثبوت ہونے کا مطلب وہ دلیل شرعی ہے جس کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہونے میں ادنیٰ سا بھی شبہہ نہ ہو جیسے قرآن کریم اور احادیث متواترہ۔

قطعی الدلالہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید یا حدیث پاک میں جو عبارت وارد ہوئی ہو وہ اپنے معنی و مراد کو اس قدر یقینی اور واضح طور پر صاف صاف ظاہر کرتی ہو کہ اس کو متعیّن کرنے کے لیے کسی دلیل وبرہان کی ضرورت نہ ہو۔ جیسے اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ ،خاتم النبیین وغیرہ۔

ضروریات دین کے مصادیق [عقائد کے قبیل سے]

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں منعقد فقہی سیمینار ۹/۱۰/۱۱دسمبر ۲۰۱۴ء میں علماے کرام نے باتفاق رائے عقائد کے قبیل سے جن احکام شرعیہ کو ضروریات دین قرار دیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا کفر کا باعث ہوگا۔

اللہ جل شانہ کا ایک ہونا، ذات وصفات میں شریک سے پاک ہونا، بے عیب ہونا، حوادث سے پاک ہونا، حوادث کی علامات وآثار سے پاک ہونا، تنہا عبادت کا مستحق ہونا، جملہ مخلوقات کا خالق ہونا، بے مثل ہونا، رحیم ، خبیر، لم یلد، لم یولد، معز، مذل ہونا، حی ہونا، قیوم ہونا، علم والا ہونا، قدرت والا ہونا، ارادہ والا ہونا، قدیم ، ازلی اور ابدی ہونا، سمیع ، بصیر، متکلّم ہونا، رب العالمین ہونا، آسمانی کتابیں نازل کرنا، رسولوں کو بھیجنا، تمام رسولوں پر ایمان لانا، فرشتوں کے وجود پر ایمان رکھنا، مردوں کو زندہ کرنا، جزا و سزا کے لیے حشر و نشر ہونا، مومنوں کے لیے خلود فی الجنۃ [جنت میں ہمیشہ رہنا]، کافروں کے لیے خلود فی النار [جہنم میں ہمیشہ رہنا]، دنیا کا حادث ہونا، اللہ تعالیٰ کے علم کا جزئیات وکلیات کو محیط ہونا، اس پر ایمان رکھنا کہ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، وہ مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔ اس میں تغیر نہیں آسکتا، اسے مقدار عارض نہیں ، وہ شکل سے منزہ ہے ، حدو طرف ونہایت سے پاک ہے ، اس کے لیے مکان اور جگہ نہیں ، اس پر ایمان رکھنا کہ اللہ جل شانہ کا علم ذاتی ہے ، اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاے کرام علیہم السلام کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے ، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم دوسروں سے زائد ہے ، ابلیس کا علم معاذاللہ ، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہرگز وسیع نہیں ، جو علم اللہ جل شانہ کی صفت خاصہ ہے وہ ہرگز ابلیس کے لیے نہیں ہوسکتا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو بچے ، پاگل کے علم سے تشبیہ دینا سرکار کی توہین ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ہیں ، وہ آخری نبی ہیں ، آپ کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا، وہ تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ قرآن کریم کو کلام الٰہی جاننا، قرآن کریم کو کامل ماننا، یعنی جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح محفوظ ہے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی، انبیاے کرام علیہم السلام کو دوسرے تمام انسانوں سے افضل ماننا، جنت اور اس کی نعمتیں ، دوزخ اور اس کے عذاب ، احکام میں نسخ واقع ہونا، تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، مسجد حرام سے بیت المقدس تک سفر معراج کا اعتقاد رکھنا، انبیاے کرام کا صاحب معجزات ہونا، مسلمان کو مسلمان جاننا، کافر کو کافر جاننا، اس پر یقین رکھنا کہ جن وملائکہ ، قیامت وبعث ، حشر ونشر، حساب وکتاب ، ثواب وعذاب اور جنت ودوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں ، اللہ جل شانہ کا انسانوں کے مثل ہاتھ اور آنکھ سے پاک ہونا، نبی کو ولی سے افضل

جانناوغیرہ۔یہ تمام عقائد ضروریات دین سے ہیں۔

ضروریات دین کے مصادیق[اعمال کے قبیل سے]

جنابت سے وضوو غسل کاواجب ہونا،پانی نہ دستیاب ہونے پر تیمم کاواجب ہونا،پیشاب،پاخانہ جیسی چیزوں سے وضو کاٹوٹنا،پنج وقتہ نمازوں کاوجوب،پنج وقتہ نمازوں کی رکعات ، نمازمیں رکوع وسجدہ جیسے ارکان کاواجب ہونا،حدث کے سبب نماز کاٹوٹنا،شرائط جمعہ سے نمازجمعہ کاواجب ہونا، جانور،فصل اور نقود[سونا،چاندی ، روپے ،پیسے]میں زکات کاوجوب ، خریدوفروخت کی حلت ،اقرار پر مؤاخذہ کی حلت ،شفعہ کی حلت ، اجارہ کی حلت، وقف کی حلت ، ہدیہ کی حلت ، ہبہ کی حلت ،صدقہ کی حلت ،رشتہ داروں میں وارثت جاری ہونا،ذی الفروض کے لیے قرآن پاک کے مقررہ حصے ،نکاح کی حلت ،طلاق کی حلت ، قصاص ودیت کانفاذ،قتل مرتد کاحلال ہونا،شادی شدہ زانی کوسنگسار کرنے کی حلت ،غیر شادی شدہ زانی کوکوڑے لگانے کی حلت ،چور کے ہاتھ کاٹنے کی حلت ،جہاد کاحلال ہونا،جزیہ لینے کی حلت ،اللہ کی قسم کھانے کی حلت،امامت وخلافت، غلام آزادکرنے کی حلت،حالت حیض ونفاس میں قصداًوطی کرنے کی حرمت،بلاوضونماز پڑھنے کی حرمت ،رمضان کے روزے کی حالت میں جماع کی حرمت،ربا کی حرمت،غصب کی حرمت، محارم نصبیہ ، محارم صہریہ ، محارم رضاعیہ سے نکاح کی حرمت، تین طلاق والی عورت کاشوہر پر حرام ہونا،ماں،بیٹی سے نکاح کی حرمت، ایک ساتھ دو بہنوں سے نکاح کی حرمت،ناحق قتل کی حرمت،زنا کی حرمت،لواطت کی حرمت،چوری کی حرمت، شراب نوشی کی حرمت،جوے کی حرمت ،عدم اضطرار کی حالت میں مردار کھانے کی حرمت، جھوٹی گواہی دینے کی حرمت،غیبت کی حرمت،چغلی کی حرمت،ایذاے مسلم کی حرمت،مس وتقبیل اجنبیہ کامعصیت ہونا، اجماع وقیاس کاحجت ہونا،گائے کی قربانی کاحلال ہونا،غیر مسلموں کی مجلس اعیادمیں شرکت کاحرام ہونا، درودخوانی کی خوبیاں ،تلاوت قرآن کریم کی خوبیاں ،کھاناکھلانے کی خوبیاں ،صدقات وخیرات کی خوبیاں ،بیوی کی وراثت کاحکم ،نکاح ثانی کی اباحت ،کذب کی حرمت، احکام میں نسخ واقع ہوناوغیرہ اعمال ضروریات دین سے ہیں۔[ماہنامہ کنزالایمان،ماہ جون۲۰۱۵ء ص:۱۸،۱۷شمارہ۶،جلد۱۹]

ضروریات دین کے احکام

مجدداعظم امام احمد رضامحدث بریلوی فرماتے ہیں:

مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں ۔ایک ضروریات دین ان کامنکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک کرنے والابالیقین کافر ہوتاہے۔ایساکہ جواس کے کفرمیں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔[فتاویٰ رضویہ ج۲۹،ص:۴۱۸]

علامہ ابن عابد بن شامی [وفات :۱۲۵۲ھ]اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی [وفات :۱۰۸۸ھ] لکھتے ہیں:

الوتر أنهامن الدين بالضرورة فينغى الجزم بتكفير منكر ها۔[ردالمحتارج:۲ص:۵]

وان أنكر بعض ماعلم من الدين ضرورة كفر بها. [در مختار،ج۱،ص:۵۶۱]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: ”لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروريات الاسلام. وان كان من اهل القبلة المواظب طول عمره على الطاعة.[ردالمحتار،ج۱،ص:۵۶۱]

علامہ فضل رسول بدایونی[وفات۱۲۸۹ھ]تحریر فرماتے ہیں:

ماكان من اصول الدين وضرورياته يكفر المخالف فيه۔[المعتقد المنتقد،ص:۲۱۲]

ضروریات دین میں تاویل غیر مقبول

جب کسی عقیدہ یاعمل کاضروریات دین سے ہونامعلوم ہوجائے تواس کامطلب یہ ہوتاہے کہ مذکورہ عقیدہ وعمل ،لفظا ومعنًادونوں اعتبار سے متواترہے۔اورامت نے جواس کامعنی حضور کے زمانے سے اب تک سمجھاہے وہی ضروریات دین

ہے۔اب اس کے علاوہ کسی نئے معنیٰ کا پیدا کرنا، تاویل کرنا، اگرچہ تاویل کرنے والا مُئَوَّل کو ثابت مانتا ہو کفر ہے۔کہ یہ ضروریات دین کا انکار ہے۔لہٰذا ضروریات دین میں تاویل کسی طرح مقبول نہیں ہے۔اور تاویل کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ متأول کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ غیر ضروریات دین میں تاویل فاسد کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی۔اگر یہ حکم مطلق ہو کہ کسی تاویل کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے تو دین کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

مثلاً ایک شخص جبرئیل وملائکہ کی تاویل قوت خیر اور شیاطین کی تاویل قوت شر سے کرے، دوسرا یہ کہے [خاتم النبیین] یہ افضل النبیین کے معنی میں ہے۔یا خاتم النبیین کو نبی بالذات کے معنی میں لے لے تو کیا اس کی یہ باطل تاویل درست ہوگی اور یہ تاویل اسے تکفیر سے بچا سکے گی۔پھر تو ایک بت پرست بھی ''لا الہ الا اللہ'' کی تاویل اس طرح کر لے کہ کلمۂ طیبہ میں جنس الہ کی نفی نہیں ہے۔بلکہ کمال الہ کی نفی ہے۔یہ معنی نہیں ہے۔کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے بلکہ دوسرے بھی معبود ہیں، لیکن اللہ سب سے ارفع واعلیٰ معبود واله ہے۔اور اپنی اس فاسد تاویل پر عربی محاورہ بھی پیش کر دے۔''لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار'' حضرت علی جیسا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔تو کیا مشرک کی یہ باطل واہیات تاویل تسلیم کر لی جائے گی۔؟ ہرگز نہیں تو بات دراصل وہی ہے کہ ضروریات دین میں کوئی ایسی تاویل مسموع نہیں ہے جو اجماع مسلمین کے خلاف ہو۔

مذکورہ تفاصیل پر حسب ذیل عبارات فقہا وعلما سے روشنی ملتی ہے۔

امام غزالی [وفات:۵۰۵ھ] فرماتے ہیں:

[خاتم النبیین]ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ و من قرائن احواله انه افهم عدم نبي بعده ابدا وعدم رسول الله ابدا،وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص ''[الاقتصاد فی الاعتقاد،ج:۱،ص:۱۳۷]

علامہ ابن عابدین شامی ''بزازیہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فی البزازية الااذا صرح بارادة موجب الكفر فلا ينفعه التاويل۔[ردالمحتار،ج:۴،ص:۲۲۱]

فقیہ فقید المثال مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ضروریات دین،جن میں شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔[اعتقاد الاحباب،ص:۸۱]

ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ضروریات اہل سنت وجماعت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے،مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے۔[فتاویٰ رضویہ،ج:۲۹،ص:۳۸۵]

مذکورہ بالا تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مجلس شرعی کے ۲۲ رویں فقہی سیمینار کے فیصلے میں فیصل بورڈ رقم طراز ہے:

''ضروریات اہل سنت وجماعت ''وہ مسائل ہیں جن کا مذہب اہل سنت وجماعت سے ہونا عوام وخواص سب کو معلوم ہوں، ساتھ ان کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو،مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہہ اور احتمال تاویل ہو جیسے عذاب قبر،وزن اعمال،قیامت کے دن رویت باری تعالیٰ کے ثبوت کا اعتقاد۔

ضروریات اہل سنت کے مصادیق

خلفائے اربعہ کی خلافت کا حق جاننا،ختنین [عثمان وعلی] سے محبت کرنا،اجماع امت کی حجیت کو تسلیم کرنا،عذاب قبر حق

ہے۔سوال منکرونکیر حق ہے ،وزن اعمال حق ہے، معراج جسمانی کا حق جاننا، شیخین [ابوبکر وعمر] کو باقی صحابہ کرام سے افضل سمجھنا، موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا، قرآن کو کلام الٰہی غیر مخلوق جاننا، تمام صحابہ واہل بیت علیہم الرضوان کا ادب کرنا، ہمیشہ جماعت کا ساتھ دینا، اور شذوذ سے بچنا، اہل کبائر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو ثابت ماننا، کرامات اولیا کا حق ہونا، گناہ کبیرہ کے سبب اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا، تقلید شخصی کے وجوب کا اعتقاد رکھنا، تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھنا، اصلح للعباد کو اللہ پر واجب نہ جاننا، اہل قبلہ کی نماز جنازہ جائز سمجھنا، اللہ عزوجل کو جہت سے پاک ماننا، آخرت میں اہل جنت کا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے شرفیاب ہونا، سلطان اسلام کے خلاف خروج نہ کرنا، ہر مسلمان امام نیک وفاجر کے پیچھے نماز درست جاننا، بندوں کے افعال کو اللہ کی مخلوق ماننا، اللہ تعالیٰ کا جسم وجسمانیات سے مطلقاً پاک ہونا، سواد اعظم کے اتباع کو رحمت اور اس میں اختلاف کو عذاب جاننا، حیات انبیا [ایک پل کے لیے موت طاری ہونے کے بعد ان کا باحیات ہونا]، اس پر ایمان رکھنا کہ اولیاے کرام کو انبیا ورسل کی وساطت سے کچھ علوم غیب حاصل ہوتے ہیں اور یہ کہ اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیوب خمسہ میں سے بعض جزئیات کا علم بخشا ہے، امام عالی مقام کا معرکہ کربلا میں بے قصور اور شہید ہونا، یزید کا فاسق وفاجر ہونا، اشعری یا ماتریدی ہونا۔

ضرویات اہل سنت وجماعت کا حکم:

ضروریات اہل سنت کا منکر گمراہ ،بدمذہب بددین ہوگا، کافر نہ ہوگا، اسی وجہ سے دخول فی النار ہے خلود فی النار نہیں ہے۔

الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی لکھتے ہیں:

دوم ضروریات عقائد اہل سنت ،ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔[اعتقاد الاحباب، ص:۸۱]

[۳] ثابتات محکمہ: "ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح ومضمحل اور التفات خاص کے ناقابل بنادے ،اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سواد اعظم وجمہور علما کا سند وافی، فان ید اللہ علی الجماعۃ۔

[حکم] ان کا منکر وضوح امر کے بعد خاطی وآثم وخطاکار وگنہ گار قرار پاتا ہے، نہ بددین وگمراہ، نہ کافر وخارج از اسلام۔

[۴] ظنیات محتملہ: ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس میں جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو۔

[حکم] ان کے منکر کو صرف مخطی وقصوروار کہا جائے گا، نہ گنہ گار، چہ جائے کہ گمراہ، چہ جائے کہ کافر۔[فتاویٰ رضویہ ج:۲۹، ص:۳۸۵]

جیسے اذان ثانی کا مسئلہ ،اس میں اختلاف ضرور ہے مگر اذان ثانی مسجد کے اندر ہو یا باہر یہ فرعی مسئلہ ہے، اس کا تعلق نہ ضروریات دین سے ہے نہ ضروریات اہل سنت سے بلکہ اس کا تعلق اخیر الذکر دونوں درجات سے ہے۔لہٰذا اگر کوئی اذان ثانی مسجد کے اندر دینے کا قائل ہو تو اس کو خارج از سنیت قرار نہیں دیا جائے گا، اسی طرح میلاد شریف ،قیام اور میلاد کے بعد یا نبی سلام علیک پڑھنے کے مسائل ہیں ،اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں انکار نہیں کرتا ہے تو اس انکار کی بنیاد پر اسے نہ تو اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ سنیت سے خارج قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہاں !اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں انکار کرے گا تو انکار کی وجہ سے نہیں ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی وجہ سے کافر ہوجائے گا۔اور جیسے مسئلہ عدت اور لفظ قروء میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ،مثلاً امام اعظم کو قرائن کی بنیاد پر یقین ہوگیا کہ لفظ قروء سے مراد حیض ہے، جب کہ قرائن کی بنیاد پر امام شافعی کو یہ یقین ہوگیا کہ لفظ قروء سے مراد طہر ہے جس کو جس کا یقین ہوجائے اس کو دوسرے پر تھوپا نہیں جاسکتا، ہاں راجح ومرجوح کا قول کیا جاسکتا ہے۔

عقائد کے درج بالا چاروں مراتب اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف۔

ع   ہر سخن وقتے ہر نکتہ مقامے دارد
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

[فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۳۸۵]

عقائد کے چاروں درجات میں سے ہرایک کا حکم درج بالا گفتگو میں مذکور ہوا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اخیر الذکر دونوں قسموں کو حکم کے اعتبار سے یکجا کرتے ہوئے ایک جگہ عقیدہ کے تین درجات بیان کیے ہیں اور تینوں کی مثالیں بھی رقم کی ہیں۔ آپ بھی ایک مثال آنے والی سطروں میں ملاحظہ فرمائیں۔ مگر اس سے پہلے یہ جان لیں کہ باہمی اتحاد کے لیے بس ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت میں اتفاق ضروری ہے، بقیہ لاکھ اختلافات ہوں ہمیں ان اختلافات کو نہیں دیکھنا چاہیے۔

کبھی ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں تینوں قسمیں موجود ہوجاتی ہیں۔ مثلاً مسئلہ غیب، اس میں بھی تینوں قسم کے مسائل موجود ہیں۔

[۱] اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے بے اس کے بتائے ایک حرف کوئی نہیں جان سکتا۔[۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔[۳] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے ،ابلیس کا علم معاذاللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔[۴] جو علم اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے جس میں اس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لیے نہیں ہوسکتا جو ایسا مانے قطعا مشرک کافر ملعون بندۂ ابلیس ہے۔[۵] زید و عمرو ہر بچے ،پاگل ،چوپائے کو علم غیب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مماثل کہنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین اور کھلا کفر ہے۔ یہ سب مسائل ضروریات دین سے ہیں۔ اوران کا منکر ان میں ادنی شک لانے والا قطعاً کافر۔ یہ قسم اول ہوئی۔

[۶] اولیاے کرام نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتھم فی الدارین کو بھی کچھ علوم غیب ملتے ہیں مگر بوساطت رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ معتزلہ خذلھم اللہ تعالیٰ کہ صرف رسولوں کے لیے اطلاع غیب مانتے اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علوم غیب کا اصلا حصہ نہیں مانتے گمراہ و مبتدع ہیں ۔[۷] اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کو غیوب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا جو یہ کہے کہ خمس میں سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزار ہا احادیث متواترۃ المعنیٰ کا منکر اور بدمذہب خاسر ہے۔ یہ قسم دوم ہوئی۔

[۸] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعیین وقت قیامت کا بھی علم ملا۔[۹] حضور کو بلا استثنا جمیع جزئیات خمس کا علم ہے۔[۱۰] جملہ مکنونات قلم و مکتوبات لوح بالجملہ روز اول سے روز آخر تک تمام ماکان و مایکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افراد خمس داخل اور درباره قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیین وقت بھی درج لوح ہے تو اسے بھی شامل، ورنہ دونوں احتمال حاصل۔

[۱۱] حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت روح کا بھی علم ہے۔[۱۲] جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے۔ یہ پانچوں مسائل قسم سوم سے ہیں کہ ان میں خود علماء و ائمہ اہل سنت مختلف رہے ہیں۔ ان میں مثبت و نافی کسی پر معاذاللہ کفر یا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہوسکتا جب کہ پہلے سات مسئلوں پر ایمان رکھتا ہو اور ان پانچ کا انکار اس مرض قلب کی بنا پر نہ ہو جو وہابیہ قاتلھم اللہ تعالیٰ کے نجس دلوں کو ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سے جلتے اور جہاں تک بنے تنقیص و کمی کی راہ چلتے ہیں ۔[فتاویٰ رضویہ ج:۲۹، ص:۴۱۴، ۴۱۵تا۴۱۶]

❁❁❁

کامرشیلائزڈ ہوتے مزارات

مولانا محمد مشتاق نوری

مزار ایک پاک و مبارک لفظ ہے کہ سنتے بولتے ہی عقیدت کی جبینیں جھک جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اہل ادب و عشق نے حضور ﷺ کی تربت کو قبر کہنے سے منع کیا ہے۔امام مالک کا ایک قول پڑھا جس میں مزار رسول کو قبر کہنا خلاف ادب قرار دیا ہے۔اس لیے اس کا بے جا و ناموزوں استعمال اس کی قدر و قیمت کے مغائر ہے۔

گلیم بوزر، دلق اویس بیچ کھانے والی دنیا میں صاحب مزار ہونا کوئی مجد و کرامت نہیں ہے۔بلکہ بافیض ہونا، فیض رسا ہونا شرف و عطا کی بات ہے۔جن مقدس ہستیوں کے مزار بنے خدا ان پر رحمت کرے۔مرجع خلائق رکھے۔جو واقعتاً اہل اللہ سے تھے ان کا مزار بننا برکات کشیدی کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

اس معاملے میں عوامی میلانات و رجحانات کو دین میں در اندازی کرتے دیکھ کر سکوت اختیار کیا جانا شریعت کی بڑی ان دیکھی ہے۔بعض دفعہ تو کافی مزار اس لیے بن گئے کہ کسی عالم نے روکا ٹوکا نہیں۔۲۰۱۶ء میں مظفرپور کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جانا ہوا۔لوگ نماز پر اقامت و روزہ پر مواظبت کریں نہ کریں لیکن مزار پہ حاضری کو ضروری مانتے ہیں۔میں نے دیکھا وہاں پیپل کے بڑے پیڑ کے نیچے قبر بنی ہوئی ہے اس پر چادر بھی چڑھا رکھی ہے۔ہر جمعرات کو پورے گاؤں والے شیرنی مٹھائی لے کر فاتحہ کراتے ہیں منتیں مانگتے ہیں۔

پوچھنے پر بتایا کہ ایک ملنگ بابا کبھی کبھار ادھر سے گزرتے تھے تو اسی پیڑ کے نیچے آرام کرتے تھے۔اسی لیے مزار بنا دیا گیا ہے۔ستم دیکھیے کہ وہاں سے لگ بھگ ۴۰؍کیلو میٹر کی دوری پر شیوہر ضلع میں ایک مندر ہے جسے ملنگ بابا کا مندر کہا جاتا ہے، اس کی بھی ٹھیک یہی کہانی ہے۔یہاں بھی پیپل کا پیڑ سلامت ہے۔آپ اندازہ لگالیں کہ قبر پرستی میں ہماری عوام کس حد تک جا پہنچی ہے۔گاؤں کے امام صاحب اس لیے کچھ نہیں بولتے کہ ایک تو نوکری کا خطرہ ہے، دوسرا چراغی [فاتحہ کرنے پر بطور نذرانہ دی جانی والی رقم] میں چار پانچ سو آجاتے ہیں۔

وہ اہل ہوا و ہوس تھے جو اپنے مزار تعمیر کرانے کی مانگ کر جاتے تھے، شاید انہیں اپنے عیال کی پرورش کے لیے یہ آسان راستہ لگتا تھا۔یا پھر اولاد و اخلاف نے قبر کو مزار بنا کر کمائی کا گورکھ دھندہ شروع کیا ہوتا ہے۔آج کے حالات میں مزار کا مطلب صرف پیسہ۔آپ بے روزگار ہیں کہیں ایک عدد مزار لے کر بیٹھ جائیں پھر سارے بے روزگار آپ کے پاس گنڈے لکھوانے، برکت کی دعا کروانے آنے لگیں گے۔علامہ اقبال کے لفظوں میں:

بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

میری دانست میں ماضی قریب کے دو ایسے بزرگ گزرے ایک ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد [کراچی، پاکستان] اور دوسرے علامہ شبنم کمالی [سیتامڑھی، انڈیا] جنہوں نے زندگی میں ہی وصیت کر دی تھی کہ میری قبر پہ نہ میلہ لگایا جائے نہ عرس سجایا جائے۔[نور اللہ مرقدھما]۔دونوں نابغۂ روزگار تھے۔اول الذکر نے رضویات پر رکارڈ کام کیے ہیں۔ثانی الذکر کی خدا رخی زندگی کا تو میں عینی شاہد ہوں۔ایسے لوگ جو مزار یا عرس کو منع کر دیں اصل میں یہ لوگ مزار و عرس کے نام پر ہو رہے خرافات و خلاف شرع افعال سے زندگی میں اوب چکے ہوتے ہیں، اس لیے بعد ممات خود کو ان جھمیلوں سے بچانا

زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ خال خال ہی ملتے ہیں۔

ادھر پچھلی آدھی صدی سے سماج میں دانستہ یا غیر دانستہ اس رجحان کو فروغ دیا گیا کہ کسی بڑی شخصیت کا مزار ہونا ضروری ہے۔ کسی خانقاہ و درگاہ کے کسی بھی فرد کا انتقال ہو گیا چلو پہلے مزار تعمیر کریں۔ مزار کے نقش و نگار میں دو دو کروڑ تک خرچ کیے جا رہے ہیں۔ یہ سب غریب مریدوں کے ہی پیسے ہوتے ہیں۔ آج جس رفتار سے مزارات بننے بنانے کا عمل جاری ہے اگر اس پر قدغن نہ لگایا گیا تو اگلے تین دہائی بعد ایک بھولے بھالے شخص کو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا کہ دس کیلو میٹر کے اندر کتنے مزار بنے، کس پر چادر ڈالے، کہاں منت مانے، کس کو وسیلہ جانے۔

سادہ سی بات ہے کہ جب بھی کسی چیز کی کثرت ہو جاتی ہے تو اس کی ناقدری بھی شروع ہو جاتی ہے۔ منطقی نتیجہ یہ نکلے گا یہ سلوک مزاروں کے ساتھ بھی ہونے والا ہے۔ اور مزارات سازی کا دراز ہوتا تسلسل اہل سنت کے حق میں کبھی رہا ہی نہیں۔ مزار بناتے اور اس پر خلاف دین افعال لوگ کرتے ہیں اور مخالفین سارا الزام اعلیٰ حضرت [امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ] پر ڈال دیتے ہیں۔

مزار بنانے کا یہ عمل جب سے تجارت سے جڑ گیا ہے روز ہندوستان میں کہیں نہ کہیں مزار بن رہا ہوتا ہے۔ یہ مزار و درگاہ ہینڈل کرنے والے لوگ بھی بڑے عیار ہوتے ہیں، بھیڑ جٹانے کے لیے کئی طرح کی غیر شرعی حرکتوں کو دینی ضرورت سمجھ کر بطور حربہ استعمال کرتے ہیں۔ میں نے مظفر پور ویشالی کی طرف دیکھا کوئی مر گیا ان کا عرس منانا ہے تو پہلی فرصت میں بڑے چھوٹے دو تین درجن نعت خوانوں کو ہائر کرتے ہیں۔ نذرانے کا موٹا لفافہ، درمیان منقبت خوانی دس دس کے نوٹوں کا اڑایا جانا اس پر مستزاد۔ انداز بالکل وہی پرانا جیسے پہلے نوابوں کی حویلیوں پر مجرا کرتیں رقاصاؤں، طوائفوں پر لٹایا جاتا تھا۔ مرنے والے کے متعلق ایک سطر نہ پڑھا نہ کوئی دید شنید رہی۔ صورت دیکھی نہیں مگر چاند شرمائے، چہرہ نورانی، تارے روشنی مانگے، شکیل و وجیہ جیسے ردیف و قافیے برتتے جا رہے ہیں۔ سیرت سے بالکل بے خبر ہے پھر بھی کبھی اویس قرنی کے قبیلے سے رشتہ جوڑ دیتے ہیں، کبھی بلال کے گھرانے سے۔ ایسی ایسی ہائی اسکور والی منقبت پڑھ جاتی ہے کہ اللہ کی پناہ۔ رہی سہی کسر کرایے کے خطبا جھوٹی کرامتیں بیان کر کے پوری کر دیتے ہیں۔

غالباً ۲۰۱۴ء میں ایک عرس میں مجھے بھی دعوت تھی ایک شاعر، صاحب مزار پر کلام پڑھ رہے تھے جس کی ردیف تھی "شاہ خوباں"۔ اس ردیف کی بار بار تکرار سے اور اس کے مرجع سے میں پریشان ہو گیا۔ یہ اتنا جامع ردیف ہے کہ میری نظر میں سوائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کے کسی اور پر فٹ نہیں کیا جا سکتا۔ اور طرفہ تماشا تو یہ کہ وہ ایسے شخص پر فٹ کر رہا تھا جسے [راوی کے بقول] سورہ فاتحہ بھی درست پڑھنا نہیں آتا تھا۔ ایک منشی ٹائپ تھے۔

بہار بھر میں ۹۰/ فیصد مزار ایسے لوگوں کے ہیں جن کی تاریخی حیثیت پر سوال کھڑے ہیں۔ اگر کسی کی تاریخ مل بھی جائے تو ان کے اوصاف و خصائل اس پایے کے نہیں تھے کہ انہیں جنید و شبلی، بایزید و سرمد کی صف میں بٹھا دیا جائے۔ تحقیق کی نظر سے دیکھیں، یا تو منشی تھے یا پھر پنج وقتی نماز پڑھ لیتے تھے۔ گاؤں گھر کے میلاد خواں تھے۔ کوئی جھاڑ پھونک والے تھے یا کوئی سفلی باز تھے۔ حلال و حرام کا علم تو انہیں تھا ہی نہیں۔ آپ خود دیکھ لیں علما کے کتنے مزار بنے؟ کیا اتنے دنوں میں دو چار بھی خدا والے عالم کی رحلت نہیں ہوئی؟ آخر علمائے ربانیین کے مزار نہ بننے دینا کس سازش کا حصہ ہے؟ پچھلے سال اپنے ہی علاقے کے ایک مفتی صاحب کے عرس میں جانا ہوا تو میں نے وہاں بھی یہ بات کہی تھی کہ مزار بننا اہم نہیں مگر کسی عالم دین کا مزار ہونا بہت اہم ہے۔

میں علمائے سیمانچل کی بارگاہ میں پانچ پوائنٹس رکھتا ہوں اگر ان پر ۵۰/ فیصد بھی عمل و اقدام کر لیا جائے تو اگلے دس سال میں بہتر نتائج کے آثار نمودار ہو سکتے ہیں۔ سیمانچل کی خیر خواہی کی طرف پیش قدمی کا یہ پانچ اساسی حلف نامہ۔

بقیہ صفحہ نمبر (۳۱) پر.........

مغرب کی چند بے ہودہ رسمیں

مولانا انصار رضا مصباحی: رکن جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ اتر دیناج پور

مغربی تہذیب کی بے حیائی کے چند نمونے پیش کیے جا رہے ہیں۔ مقام افسوس ہے کہ ان میں سے ایک سے زائد تہواروں کو مغرب کی اندھی تقلید کرنے والوں نے بھی اپنا لیا ہے۔ انھیں پڑھ کر آپ کو بھی اندازہ ہو جائے گا کہ دنیا بھر کو تہذیب و تمدن کا سبق پڑھانے والا روشن خیال مغرب خود آج بھی کس تاریکی میں جی رہا ہے۔

[۱] یوم محبت [Valentine's Day]:

ہر سال ۱۴/ فروری کو منائی جانے والی یہ رسم ہوس کے پجاریوں کا عالمی تہوار ہے۔ اس کا دوسرا نام "Feast Of Saint Valentine" بھی ہے۔ یاد رکھیے! جب کوئی لفظ ذہن و دماغ پر اس طرح سوار ہو جائے کہ ہم اس کے معنی کو سمجھے بغیر ہی اسے استعمال کرنے لگیں تو وہ لفظ "لفظ" نہیں، نفسیاتی عمل بن جاتا ہے۔ ویلنٹائن ڈے اور اپریل فول ڈے جیسے الفاظ بھی اسی نفسیاتی غلامی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس حیا سوز رسم کی ابتدا کب ہوئی، اس بارے میں وکی پیڈیا میں موجود عطاء اللہ صدیقی کی یہ تحریر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے:

"اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں، البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں "ویلن ٹائن" نام کے ایک پادری تھے، جو ایک راہبہ [Nun] کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ مسیحیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا، اس لیے ایک دن ویلن ٹائن نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے کہ ۱۴/ فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کر لیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کر لیا اور دونوں جوشِ عشق میں سب کچھ کر گزرے۔ کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اُڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا تھا۔ پھر بعد میں ان کے پرستاروں نے اس کے قتل کے دن کو بے حیائی کے لیے خاص کر لیا"۔

خیر اس تہوار کی ابتدا جیسے بھی ہوئی ہو، بدنگاہی، بے پردگی، فحاشی و عریانی، غیر محرم لڑکے لڑکیوں کا میل ملاپ، فحش ہنسی مذاق اور پھر اس ناجائز رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے تحائف کا تبادلہ اور آگے بڑھ کر بدکاری تک کی نوبت جیسی برائیاں اس دن کے منانے کے برے نتائج ہیں۔ ویلن ٹائن ڈے کے موقع پر سماج کی بہن، بیٹی کی عزت تار تار ہوتی ہے، رقص، موسیقی، شراب نوشی اور بدکاری کے ریکارڈ توڑے جاتے ہیں، اخلاق و آداب معاشرت کا سر عام مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اسلام میں ایسے حیا سوز اور غیر اخلاقی رسم کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

No Pants subway ride day [13 January]

[۲] "عریاں سفر کرنے کی رسم":

اسے آپ اپنی زبان میں "عریاں سفر کرنے کی رسم" کہہ سکتے ہیں۔ اس میں لوگ برہنہ ہو کر سائیکل یا میٹر میں سفر کرتے ہیں۔ یہ خالص مغربی تہوار جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ۲۰۰۲ء میں نیویارک شہر سے متعارف ہوا اور ۲۰۰۶ء تک صرف ۱۵۰ لوگوں نے منایا۔ پھر اسے اچانک بال و پر مل گئے؛ آج دو سو سے زائد شہروں میں اس بے ہودگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

[۳] یوم احمقاں: April Fool's Day:

مغرب کی بے ہودہ تقریبوں میں تیسرے نمبر پر "اپریل فول ڈے" کا نام آتا ہے۔ پہلی اپریل کو منایا جانے والا یہ تہوار مغربی

تہذیب کے عقل و خرد سے کورے ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ صرف ہنسی ہنگامے کی لذت کے لیے ایک انسان دوسرے انسان کو دھوکا دے، اس سے جھوٹ بول کر بے وقوف بنائے، لوگوں کے بیچ اسے ذلیل کرے، کسی کو تکلیف میں مبتلا کرے اور یہ سارے کام تہذیب و ثقافت کے نام پر انجام دیے جائیں۔ ''انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا'' میں اس رسم کی ابتدا کا ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ: ''اکیس مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہوجاتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ [معاذ اللہ] قدرت ہمارے ساتھ اس طرح مذاق کرکے ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے؛ لہٰذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کردیا''۔ [رسالہ اپریل فول کیا ہے؟ ص:۱۱]

[۴] عالمی کیچڑ ڈے International Mud Day:

فارسی زبان میں ایک کہاوت ہے: ''غمے نہ داری، بزے بخر'' یعنی کوئی غم نہیں ہے تو خصی ہی خرید لو۔ کچھ ملکوں میں آوارہ گردوں کو جب مستی کا کوئی بہانہ نہیں سوجھتا تو وہ کوئی نہ کوئی تہوار اختراع یا ایجاد کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی ایک تہوار ہے Mud-Day یا کیچڑ ڈے ہے۔ اس ماحول سوز تہوار کا سب سے بڑا مرکز فلپائن اور اسپین ہے۔ ہر سال ۲۹/ جون کو سیلیبریٹ کی جانے والی اس رسم میں متوالے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں، کیچڑوں سے جسموں کو لیپتے ہیں، اس میں گھسیٹنے کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ یہ ہے مغرب کا دوہرا معیار۔

[۵] لٹیروں کی طرح بولنے کا عالمی دن Talk like a paridy day:

ایک زمانہ تھا جب پورے یورپ و امریکہ میں ڈاکوؤں اور راہزنوں کا سکہ چلتا تھا۔ اس دور کو آج بھی The golden day of paridy سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ رسم یا فیسٹیول اسی دور کی یاد تازہ کرنے کے لیے منائی جاتی ہے اور شاید اس لیے بھی تاکہ وہ قوم اپنے اصلی مقصد کو نہ بھول جائے کہ وہ دنیا میں دوسروں کو لوٹنے کے لیے آئی ہے؛ کل بزور بازو لوٹتی تھی، آج ٹیکنالوجی کے بل پر۔ یہ ایک پیروڈی قسم کی رسم ہے۔ اس میں اجتماعی یا انفرادی طور پر ڈاکوؤں کی آوازیں نکالی جاتی ہیں۔ یہ چند نام ''مشتے نمونہ از خروارے'' پیش کیے ہیں۔ اس کے علاوہ لگ بھگ بیس ایسے تہوار یا رسمیں یورپی و امریکی ممالک میں رائج ہیں، جو نہ صرف انسانیت کو شرم سار کردینے والی ہیں بلکہ وہ ماحولیاتی آلودگی کا بھی سبب بنتے ہیں۔ جو نہایت گھنونے، بے ہودہ اور فطرت کے بالکل خلاف ہیں۔ بعض رسمیں ایسی بھی ہیں، جن میں اعضائے مخصوص کی نمایش، اور ان کی مقابلہ آرائی ہوتی ہے۔ ہمیں ان کے بارے میں جاننے سے زیادہ ضروری ہے کہ ہم اپنی تاریخ، اپنی روایات اور اپنی تہذیب و ثقافت سے جڑے رہیں۔

مغربی فیشن، طرز حیات، طور طریقے اور ان کی تہذیب ایک فریب ہے، جو وقتی طور پر نظر کو خیرہ تو کرسکتی ہے؛ لیکن اپنی اصلیت اور اثر آفرینی میں اخلاق انسانی کے لیے نہایت ہی مہلک ہیں۔ شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے بہت پہلے کہا تھا۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

بھارت کی سنسکرتی میں یورپ و امریکی کی تہذیب اور معاشرت کی رس گھولنے کی کوشش کرنے والوں کا انجام بھی بہت برا ہوا۔ اس کی دو مثالیں پیش ہیں۔ رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے بانی سر سید احمد خان صاحب متحدہ بھارت میں مغربی طرز عمل کے سب سے بڑے داعی ہیں۔ لیکن خود اسی تہذیب کے اثرات نے ان کے ساتھ کیا گل کھلایا، جاننے کے لیے ماہ نامہ ایوان اردو دہلی کا یہ اقتباس پڑھیے!

''آخری وقت میں سر سید احمد خان کے فرزند ارجمند محمود نے ان کو اپنی حویلی سے نکال دیا تھا۔ وہ ضعیف ایک صندوق لے کر سڑک پر کھڑے ہوئے تھے کہ ان کے ایک قریبی دوست اسماعیل صاحب کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہیں سر سید نے بتایا کہ بیٹے نے انہیں بے گھر کردیا ہے، تو وہ سر سید کو اپنے گھر لے آئے۔ وہ کہتے تھے: اتنی بڑی یونیورسٹی قائم کرنے والا کیا اپنے لیے ایک جھونپڑی نہیں بنا سکتا تھا! پتا نہیں تھا کہ یہ دن دیکھنے ہوں گے۔

مختصر یہ کہ سر سید کو سخت دلی صدمہ پہنچا اور وہ چند ہی دنوں میں انتقال کر گئے۔ بیٹا جسٹس محمود کو انتقال کی خبر گئی تو اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سر سید احمد کی تجہیز و تکفین کے لیے ان کا صندوق کھولا گیا تو اس میں سے کچھ نہ نکلا، چنانچہ چندے سے میت اٹھانے کا ارادہ کیا گیا۔ سب سے پہلے سر سید کے قریبی دوست محسن الملک سے رجوع کیا گیا۔ [ایوان اردو دہلی، فروری ۲۰۱۴ء]

ویسے تو اکبر الہ آبادی صاحب مغربی تہذیب و تمدن کے سخت مخالف تھے۔ اس کے باوجود اپنے بیٹے عشرت حسین کو زر کثیر خرچ کر کے اونچی تعلیم کے لیے ولایت بھیجا۔ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اس نے اپنے والدین ہی کو بھلا دیا۔ دل برداشتہ اکبر الہ آبادی نے ایک طنزیہ غزل لکھ کر اپنے بیٹے کو احساس دلانے کی کوشش کی۔ چند اشعار یہ ہیں۔

عشرتی گھر کی محبت کا مزا بھول گئے
کھا کے لندن کی ہوا عہد وفا بھول گئے

پہنچے ہوٹل میں تو پھر عید کی پروا نہ رہی
کیک کو چکھ کے سوّیوں کا مزا بھول گئے

بھولے ماں باپ کو اغیار کے چرنوں میں وہاں
سایۂ کفر پڑا، نور خدا بھول گئے

نقل مغرب کی ترنگ آئی تمھارے دل میں
اور یہ نکتہ کہ "مری اصل ہے کیا" بھول گئے

کیا تعجب ہے جو لڑکوں نے بھلایا گھر کو
جب کہ بوڑھے روشِ دینِ خدا بھول گئے

مغربی تہذیب و تعلیم کی تحریک کیوں کہ سر سید احمد خان نے چلائی تھی، اس لیے آخری شعر میں اس پر بھی کاری ضرب ہے۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ تن کے یہ گورے لوگ صالح تہذیب و تمدن سے ہمیشہ کورے رہے ہیں۔ وہ ان اطوار کو اپنانے سے ہمیشہ محروم رہے، فطرت انسانی جن کا متقاضی اور متلاشی ہے۔ ۞۞۞

.... صفحہ نمبر (۲۸) کا بقیہ حصہ:

[۱] ردبدعات و منکرات کے باب میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اقوال و فتاویٰ کو سلسلہ بند طریقے سے ہفتہ وار پروگرام کے ذریعے عام کیا جائے۔ ائمہ مساجد خطیبانہ لاگ لپیٹ سے گریز کرتے ہوئے قبر و مزار سے متعلق سہل انداز میں مسائل بیان کریں۔

[۲] جلسوں کی تعداد کم کی جائے اور ان میں پیران کرام کی شرکت کو غیر ضروری قرار دیا جائے۔ جیسا کہ آج ہمارے علاقے میں ہر جلسے میں ایسا ہو رہا ہے کہیں کہیں تو دو دو تین تین خانقاہوں کے پیر بھی دیکھے جاتے ہیں۔ مجھے دقت پیروں کی آمد سے نہیں، عوام کی جیب پر بار پڑنے سے ہے۔

[۳] باہر کے مہنگے خطبا و شعرا کے بجائے اپنے ہی علاقے کے علما و دانشوران سے جلسے کرائے جائیں۔

[۴] فرضی جعلی مزارات کو نشان زد کر کے ان کے خلاف انہدامی و تاراجی تحریک چھیڑی جائے۔

[۵] جلسوں کے پیسوں سے اپنے اپنے مدارس و مکاتب اور اداروں میں سال میں کم از کم دو ترغیبی مسابقاتی پروگرام رکھے جائیں۔ ان میں ملنے والے اعزازات و انعامات سے بچوں کا انہماک و طلب بھی فزوں ہوگا اور والدین بھی اپنے قلب و دماغ جلسہ و عرس سے ہٹا کر مدرسہ کی خیر خواہی کی طرف متوجہ کر پائیں گے۔

پانچوں نکات پر جنگی پیمانے پر ایماندارانہ طریقے سے کام کیا جائے تو کئی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ان جلسوں و عرسوں کا نقشہ ہم آپ جیسے علما ہی تیار کرتے ہیں کوئی سوٹ بوٹ والا نہیں کرتا۔ اس لیے جلسے کا بجٹ اور مدعوین اپنے حساب سے طے کیے جا سکتے ہیں۔ بدلاؤ کے لیے کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔

علامہ اقبال نے بڑے ہی بجھے اور جلے دل سے کہا ہوگا:

رمز و ایما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں
اور آتا بھی نہیں مجھ کو سخن سازی کا فن
قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

۞۞۞

محسن کائنات ﷺ کی شان کریمی

مفتی نورالقمر ابن رقم مصباحی: استاذ و مفتی جامعہ فیض الرسول ساکی ناکہ، ممبئی

آج پوری دنیا میں مسلمانوں کے متعلق یہ ذہن سازی کی گئی ہے کہ اسلام تشدد پسند دین ہے اور مسلمان دہشت گرد قوم ہے۔

اس غلط نظریے کو دنیا والوں کی نظر میں درست ثابت کرنے کے لیے خفیہ پلاننگ کی گئی، مؤثر کامیابی کے لیے پلاننگ کو کئی مراحل میں طے کرنے کے مندرجہ ذیل منصوبے بنائے گئے۔

[**الف**] عیسائی مملکتوں کے درمیان جہاں جہاں آزاد مسلم علاقے پائے جاتے ہیں ان علاقوں سے مسلمانوں کو جبراً بے دخل کر دیا جائے۔ ایسے جتنے آپریشن ہوں میڈیا کے کیمرے سے بچا کر ہوں۔ [غصّہ دلانا]

[ب] اس کے بعد لازماً مسلمان احتجاج کریں گے، اب ان پر اندھا دھن گولیاں برسائی جائیں تاکہ ان کے کچھ لوگ ہلاک ہوں، یہ مرحلہ بھی میڈیا کے کیمرے سے بچا کر طے کیا جائے۔ [تشدد کے لے اکسانا]

[ج] پھر مسلمان اپنے حقوق کی بازیابی اور مہلوکین کے انتقام کے جذبے سے ہتھیار اٹھالیں گے۔

[د] اس مرحلے میں پروپیگنڈہ باز یہودی میڈیا کو حرکت دی جائے، تاکہ ان مسلح جانباز سرفروشوں کی تصویریں اتار کر خوب شور مچائے کہ یہ لوگ مسلم دہشت گرد ہیں، یہ لوگ پوری دنیا کے امن کے لیے خطرہ ہیں۔

یہودی اور عیسائی دنیا اپنی عسکری، اقتصادی بالادستی، مالی فراوانی اور شوسل میڈیا کی طاقت کے بل بوتے اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہے، اب آتنک واد کا مطلب اسلام اور مسلمان ہی سمجھا جاتا ہے۔

ان اسلام دشمن عناصر کی تمام خفیہ سازشوں کا ہمارے پاس ایک ہی جواب ہے۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا وہ روشن پہلو جسے قرآن مقدس خلق عظیم کا نام دیتا ہے، دنیا والوں کے سامنے عصری تقاضوں کے مطابق پیش کریں، اسلام کا روشن پہلو زمانے والوں کے سامنے آئے گا تو غلط پروپیگنڈا کے زہریلے اثرات خود بخود ختم ہو جائیں گے، کیوں کہ ہمارے رب کا وعدہ ہے کہ جب بھی حق کا سورج طلوع ہوگا باطل کی ظلمت خود بخود مٹ جائے گی۔

جب جیب اور تجوری روپیہ پیسہ سے بھری ہو، حالات خوش گوار اور زندگی خوش حال ہو تو انسان مہذب بااخلاق بن ہی جاتا ہے، لیکن اصل جوہر کا امتحان تو اس وقت ہوتا ہے جب حالات بد سے بدتر ہو چکے ہوں اپنے بیگانے سب مل کر قافیۂ زندگی تنگ کرنے پر تل گئے ہوں، ایسے ہوش ربا موڑ پر ہی ایک انسان کی اصل شرافت کا جوہر کھلتا ہے اور کردار کی بلندی کا صحیح رخ سامنے آتا ہے۔

عظمت انسانی کا خوبصورت پیکر

نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا یہ گوشہ ملاحظہ فرمائیے۔

- آپ ابھی مادر رحم میں ہیں اور والد کا انتقال ہو گیا۔۔۔

- چھ سال کی عمر میں والدہ بھی چل بسیں۔۔۔
- آپ کا بچپن لہو ولعب سے دور اور جوانی دور جاہلیت کی تمام آلودگیوں سے پاک رہی۔۔۔۔۔
- نگاہیں نیچی، بدن کپڑا پاکیزہ اور معطر رکھتے۔۔۔
- ضعیفوں، کمزوروں کے کام میں ہاتھ بٹاتے، گھر پر مریضوں کی عیادت کے لیے جاتے۔۔۔
- چالیس سال تک آپ کی زندگی کا ماحصل حضرت خدیجۃ الکبریٰ [رضی اللہ تعالیٰ عنہا] کے ان چند جملوں میں بند ہے:

کلا و الله مایخز یك الله ابداًانك

لتصل الرحم

وتحمل الكلَّ

وتکسب المعدوم

وتقریٔ الضيف

وتعین علی نوائب الحق [بخاری]

خدا کی قسم، اللہ آپ کو رسوا نہیں کرے گا، کیوں کہ

آپ صلہ رحمی کرنے والے ہیں

کمزوروں کا بوجھ اُٹھانے والے ہیں

محتاجوں کو پیسہ کما کر دینے والے ہیں

مہمان نواز ہیں

راہ حق میں مصائب سہنے والے ہیں۔

اپنے اخلاق فاضلہ سے آپ نے تمام مکہ والوں کا دل جیت لیا تھا، سبھی پیار اور بھروسہ سے آپ کو امین کہا کرتے تھے، چالیس سال کی عمر ہوئی، اللہ کے حکم سے آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا، آپ کے اعلان سے مکہ کے۔۔۔۔ کیا چھوٹے کیا بڑے۔۔۔۔ سب سکتے میں آگئے، جب خاموشی ٹوٹی۔۔۔ سارا مکہ آپ کے خلاف ایک آواز ہو چکا تھا، اس نازک وقت میں آپ کے دو سہارے آپ سے دور ہو گئے، یعنی ابوطالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا، اب کفار مکہ کے حوصلے ایسے بلند ہوئے کہ آپ کی جان کے دشمن بن گئے۔

پہلے تو انہوں نے مختلف طریقے سے ایذا رسانی کے سامان کیے۔

- کبھی آپ کے سر مبارک پر خاک ڈالی۔
- حالت سجدہ میں آپ کی پشت پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی۔
- گلے میں چادر کے پھندے سے گلا گھونٹنے کی کوشش کی۔
- طائف کے اوباش لڑکوں کے ہاتھوں پتھراؤ کرا کے آپ کو لہولہان کیا۔
- تبلیغی مشن سے باز رکھنے کے لیے آپ کو سبز باغ دکھائے۔
- نہ ماننے پر انہوں نے آپ کے پورے خاندان کا معاشی بائیکاٹ کیا۔
- بائیکاٹ کے دوران مسلمان درخت کے پتے، درخت کی چھال اور جانوروں کے سوکھے چمڑے بھون بھون کر کھانے پر مجبور ہوئے۔
- بائیکاٹ کے تین سال مسلمانوں نے جس تنگی سے گزارے وہ ایک دل خراش داستان ہے۔
- آپ کے ساتھ کفار مکہ نے جس سنگ دلی کا مظاہرہ کیا وہ بہت ہی دردناک ہے۔
- آپ تو، انسان تو انسان حیوانات و نباتات کو بھی حق دلانے کی بات کرتے تھے۔
- انسانیت کو اس کا کھویا ہوا مقام دوبارہ دلانا چاہتے تھے۔
- عورتوں کو ان کا جائز مقام دلا کر ان کے حقوق کی دائمی پاسداری کرنا چاہتے تھے۔
- غلامی کی زنجیریں توڑ کر غلاموں کو ذلت و نکبت سے آزادی دلانا چاہتے تھے۔

آپ کی حیات بخش دعوت کو قبول کرنے کے بجائے کفار مکہ نے آپ پر ظلم وستم کی ساری حدیں پار کردیں، نبی رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے ان مشکل ایام کو یاد کرتے ہوئے فرمایا"أذیت فی اللہ مالم یو ذاحد من قبلی" یعنی اللہ کی راہ میں جس قدر اذیت مجھے دی گئی پہلے کسی اور کو نہیں دی گئی۔[شمائل ترمذی ،باب ماجاءفی عیش رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم،حدیث نمبر:۷]

آپ کی نجی زندگی بہت خوبصورت اور دل ربا تھی

تکبر ونخوت سے دور، یاروں کی محفل میں نہ مسند نہ جاہ وجلال کا اظہار، تواضع وانکساری کا مجسمہ، نعلین خوددرست فرمالیتے، کپڑوں میں خود ہی پیوند لگالیتے، خدمت کرنے والوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے، کپڑے اور گھر کی صفائی اکثر خود کرتے، اونٹ کو چارہ دیتے اور بکری کا دودھ خوددوہ لیتے، جو شخص آپ سے قطع رحمی کرتا آپ اس سے صلہ رحمی کرتے، کچھ دینے سے انکار کرنے والوں کو آپ عطا کرتے، ظلم کرنے والوں کو آپ معاف کردیتے۔

☆ظاموں کے خلاف آپ سے ایک بار بددعا کی درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا:

"انی لم أبعث لعاناولکنی بعثت داعیاورحمة اللھم اھدقومی فانھم لایعلمون."[الشفا،صفحہ ۱۱۲،اردو]

اے میرے صحابہ! میں لعنت اور بددعا دینے کے لیے نہیں آیا ہوں، میں داعی الی اللہ اور انسانیت پر شفقت کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں، اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما، ان کا میرے ساتھ ایسا برتاؤ اس لیے ہے کیوں کہ وہ مجھے جانتے نہیں۔

آپ صحابہ کے درمیان ہیں۔۔۔اچانک ایک دیہاتی آتا ہے۔۔۔آپ کے گلے میں لپٹی چادر کو اس زور سے کھینچتا ہے کہ گردن مبارک میں اس کے نشان پڑجاتے ہیں، اس گنوارپن کے بعد بڑی بے حیائی سے کہتا ہے:

"یامحمد! [صلی اللہ تعالی علیہ وسلم] احمل لی علی بعیری ھٰذین من مال اللہ الذی عندك فانك لاتحمل لی من مالك ومال ابیك"

یعنی اے محمد! [صلی اللہ تعالی علیہ وسلم] اللہ کا جومال تیرے پاس ہے اس سے میرے ان دواونٹوں کو لاد دو کیوں کہ وہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔اس گستاخی پر نبی رحمت نے کچھ بھی برہمی کا اظہار نہیں فرمایا، صرف اتنا فرمایا کہ بے شک مال اللہ ہی کا ہے، پھر فرمایا تم نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے تم سے میں اس کا بدلہ لوں گا، بدوی نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا، آپ نے پوچھا کیوں؟ اس بدو نے کہا"انك لا تکافی بالسیئة السیئة" کیوں کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بدوی کی بات سے ہنس پڑے اور حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ کو جو اور دوسرے کو کھجوروں سے بھر دو۔[کتاب الشفا للقاضی عیاض، صفحہ ۱۱۴/ اردو، ابوداؤدج:۲/ص:۶۵۹]

☆طائف کے مشرکین نے جب آپ کی دعوت ٹھکرادی اور لونڈوں نے پتھراؤ کرکے آپ کو اور خادم خاص حضرت زید ابن ثابت کو لہولہان کردیا خدا کے حکم سے پہاڑوں پر مقرر فرشتہ حاضر خدمت ہو جاتا ہے اور کافروں پر پہاڑ گرادینے کی اجازت مانگتا ہے، آپ کی آنکھیں بھر آئیں۔ فرمایا:

"بل ارجو ان یخرج اللہ تعالیٰ من اصلابھم من یعبداللہ وحدہ ولا یشرك به شیئا"

نہیں نہیں، انہیں جانے دو مجھے امید ہے اللہ تعالی ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور وہ مشرک نہیں ہوں گے۔[صحیح مسلم، ج:۲/ص:۱۰۹]

☆ایک دیہاتی کو آپ نے روپیہ پیسہ بہت کچھ عطا کیا پھر بھی اس دیہاتی نے آپ کے ساتھ بدزبانی کی، صحابہ کرام نے اس کو مارنا چاہا، آپ نے منع فرمایا، رات ہوئی تو آپ نے اور مال اس

دیہاتی کو بھجوادی، وہ خوش ہوکر دُہائی دینے لگا، آپ نے فرمایا میرے صحابہ کو تمھاری حرکت نے تکلیف پہنچائی ہے، لہٰذا ان کے سامنے میری تعریف کرکے ان کے رنج کو دور کردو، اس نے ایسا ہی کیا اور صحابہ راضی ہوگئے، آپ نے فرمایا اے میرے صحابہ!

میری اور اس دیہاتی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس اونٹنی ہو اور وہ مالک سے بھاگ جائے، پھر لوگ اس کے پیچھے دوڑیں تو وہ اونٹنی اور زیادہ بدک کر بھاگے، تب اس کا مالک لوگوں کو پکارے کہ مجھے اور اس کو تنہا چھوڑ دو کیوں کہ میں تم سے زیادہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کروں گا اور تم سے زیادہ اس کی طبیعت کو جانتا ہوں۔

پھر وہ اونٹنی کی طرف متوجہ ہوا اور زمین کی گھاس دکھا کر پاس بلایا اور وہ دوڑتی ہوئی آگئی اور بیٹھ گئی، اس پر اس نے اپنا کجاوا ڈالا اور چلتا بنا۔

اے میرے صحابہ! میں اگر تم کو چھوڑ دیتا اور اس کی بدتمیزی پر اس کو قتل کر ڈالتے تو وہ دوزخ میں جاتا۔ [الشفا للقاضی عیاض، ص:۱۲۸]

☆ہجرت سے پہلے کفار مکہ نے جو ظالمانہ سلوک آپ کے ساتھ روا رکھا وہ آج بھی انسانیت کے لیے شرمناک ہے، لیکن فتح مکہ کے دن جب سارے مجرمین سر جھکائے سامنے کھڑے تھے، آپ نے ان سے پوچھا: اے قریش! تمہیں پتا ہے کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں، سب نے ایک زبان ہو کر کہا، آپ اچھا ہی سلوک کریں گے کیوں کہ آپ دریا دل شریف زادے ہیں، آپ نے فرمایا: "اذھبوا فانتم الطلقاء" جاؤ! آج تم سب کو میں معاف کرتا ہوں [فتح الباری، ج:۸/ص:۲۲]

حضور ﷺ کی شان کریمی اور اخلاق حسنہ کے سیکڑوں واقعات ہیں، اس مختصر مقالے میں سب کا احاطہ ممکن نہیں، آپ کی شان کریمی اور حسن اخلاق پر خود قرآن کی گواہی موجود ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وما ارسلنك الا رحمة للعالمين"، ہم نے تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی کرکے بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"عَزِيْزٌ مَّا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" [توبہ آیت ۱۲۸]

یہ ایسے رسول ہیں جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یہ تڑپ جاتے ہیں، تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے اور مسلمانوں پر کمال مہربان۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" [آل عمران، آیت ۱۵۸]

یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ اے محبوب آپ ان کے لیے نرم دل ہوئے، اگر تند مزاج اور سخت دل ہوتے وہ آپ سے دور ہو جاتے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ جب بھی سواری پر سوار ہوتے اپنے پیچھے کسی کو بٹھا لیتے، مسکینوں کی عیادت کرتے، فقرا کے ساتھ بیٹھا کرتے، غلام کی دعوت قبول کرتے، اپنے اصحاب کے درمیان بلا امتیاز ملے جلے بیٹھا کرتے تھے، جہاں موقع ملتا بیٹھ جایا کرتے تھے" [الشفاء، ص:۱۳۳]

قبضے میں جن کی ساری خدائی ان کا بچھونا ایک چٹائی
نظروں میں کتنی ہیچ تھی دنیا ﷺ
کھانا جو دیکھو جو کی روٹی بے چھنا آٹا روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھائے ﷺ

❁❁❁

ماہ محرم الحرام اور امت میں رائج خرافات

مفتی غلام محمد ہاشمی مصباحی: نائب مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ بے شمار فضائل و برکات سے لبریز اور متعدّد خصوصیات کا حامل ہے، یہ مہینہ ہر سال اپنے وسیع دامن میں ڈھیر ساری رحمتیں اور برکتیں لے کر ہمارے سامنے جلوہ فگن ہوا کرتا ہے۔ ان کے علاوہ اس ماہ حرام کی کچھ خصوصیات بھی ہیں:

[۱] اللہ عزوجل نے اپنے کلام ازلی میں اسے حرمت و عظمت والا مہینہ فرمایا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "منها اربعة حرم"۔ ترجمہ: ان [بارہ مہینوں] میں سے چار مہینے [ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب] حرمت والے ہیں۔ [توبہ: آیت: ۳۶]

[۲] اہل عرب دور جاہلیت میں ان مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ان میں لڑائی جھگڑے حرام سمجھتے تھے، حتی کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ یا بیٹے کے قاتل پر قابو پالیتا پھر بھی اس پر حملہ نہ کرتا۔ ان کی ان عزتوں اور خصوصیات کو اسلام نے بھی باقی رکھا بلکہ ان میں اضافہ فرمادیا۔ [تفسیر خازن، ج: ۳، ص: ۷۳]

[۳] اس مہینے میں نیک اعمال اور اللہ تعالی کی اطاعت کا ثواب کئی گنا بڑھادیا جاتا ہے، اور اسی طرح برائیوں کا گناہ دوسرے دنوں کی برائیوں کی بنسبت بہت سخت ہے۔ [مصدر سابق]

[۴] حدیث پاک میں اس ماہ کی نسبت خاص طور سے اللہ عزوجل کی جانب کی گئی ہے، یعنی اسے "شہر اللہ" کہا گیا ہے۔ [صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم، حدیث: ۲۸۱۳]

[۵] رمضان المبارک کے روزوں کے بعد سب سے افضل اسی مہینے کے روزے ہیں۔ [مصدر سابق]

[۶] اور اس ماہ کے ہر دن کا روزہ ایک ایک ماہ کے برابر ہے"۔ [معجم صغیر، جز: ۲، ص: ۷۱]

اس کے علاوہ اس مہینے کی دسویں تاریخ [یوم عاشورا] کی فضیلت واہمیت خصوصی طور پر بیان ہوئی ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ ایک ایسی نصیحت خیز اور عبرت آموز تاریخ ہے جسے صدیوں سے پڑھا اور سنا جا رہا ہے۔ یہ یوم عاشورا بے شمار حکمتیں، کثیر آداب و نصیحتیں اور بہت سارے بڑے بڑے واقعات اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے۔ میدان کرب وبلا میں حق وباطل کے درمیان ہونے والا تاریخ اسلام کا کرب ناک سانحہ اسی تاریخ میں پیش آیا۔ اور شہ زادۂ شیر خدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما اور آپ کے متعدّد اعوان وانصار کی شہادت اسی دن ہوئی۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ حقیقت خوب آشکارا ہو جاتی ہے کہ ماہ محرم الحرام کوئی عام مہینہ نہیں ہے بلکہ تاریخ اسلام کا ایک غیر معمولی اور بافیض مہینہ ہے۔ چوں کہ یہ مہینہ بڑی خصوصیتوں اور برکتوں والا ہے، اس لیے سال کے دیگر ایام کے ساتھ ساتھ اس بابرکت اور باسعادت مہینے کو ہمیں نیکیوں اور اچھے کاموں میں گزارنا چاہیے، بدعات و منکرات اور معاصی کے دَلدل میں پھنسنا نہیں چاہیے، مگر افسوس کہ امت صحیح اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر خرافات میں کھو چکی ہے۔ عرصۂ دراز سے شیعیت اور اس کی شاخیں محبت اہل بیت کے نام پر جو بدعات و منکرات اور غیر شرعی امور انجام دیتی آرہی ہیں بدقسمتی سے بعض علاقوں میں

ہمارے بعض سنی لوگ بھی کچھ نہ کچھ اس میں شامل ہوتے جارہے ہیں۔

اس مبارک مہینے میں درج ذیل غیر شرعی کاموں سے پرہیز کریں:

ماہ محرم الحرام میں عام طور سے جو منکرات اور خرافات انجام دیے جاتے ہیں ان میں سے کچھ باتوں کی یہاں نشان دہی کی جارہی ہے اور ان کا شرعی حکم بھی بیان کیا جارہا ہے:

[۱] چاند نظر آتے ہی ڈھول، تاشے اور باجا بجانا:

کچھ علاقوں میں چاند نظر آتے ہی ڈھول، تاشے اور طبل بجانا شروع کر دیتے ہیں۔ان کا یہ سلسلہ دسویں تاریخ تک چلتا رہتا ہے۔اس بیچ گاؤں گاؤں، دروازہ دروازہ اکھاڑا لے کر گھومتے ہیں اور جبری چندہ وصول کرتے ہیں۔ پھر دسویں تاریخ کو بڑی چستی ونشاط کے ساتھ لاٹھی، تلوار، نیزے اور بھالے لے کر آخری پہر میں میدانوں میں جاکر اچھلتے، کودتے اور کھیلتے ہیں۔

ڈھول، تاشا اور باجا بجانا جائز نہیں ہے، سنن ابوداود میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان اللہ حرّم علیکم الخمر والمیسر والکوبۃ وھو الطبل وقال کل مسکر حرام''. ترجمہ: سچی بات ہے کہ اللہ تعالی نے تم پر شراب، جوا اور طبلہ [ڈھول] حرام فرمادیا ہے۔اور فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔[سنن ابوداؤد، حدیث: ۳۶۹۶۔ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث: ۲۴۷۶۔ سنن دارقطنی، ج:۳، ص:۷]

السنن الکبری میں انہی سے مروی ہے:

''الدف حرام، والمعازف حرام، والکوبۃ حرام، والمزمار حرام''. ترجمہ: دف حرام ہے، گانے بجانے والے آلات حرام ہیں، ڈھول حرام ہے اور بانسری حرام ہے''۔[السنن الکبری، ج:۱۰، ص:۳۷۶، حدیث: ۲۱۰۰۰]

[۲] دور جاہلیت کی طرح بدفالی لیتے ہوئے اس مہینے میں شادی بیاہ نہ کرنا:

بعض لوگ اس مہینے میں شادی بیاہ کرنا یا کرانا اچھا نہیں سمجھتے بلکہ اسے معیوب اور نحوست کا سبب سمجھتے ہیں، جب کہ اسلامی شریعت میں ایسے نظریے کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں نکاح کے احکام مطلق [بے قید وبند] ہیں، کسی مہینے میں منع نہیں ہے۔جب دلائل شرعیہ میں منع نہیں تو اپنی جانب سے جائز ومباح کام کو ناجائز یا نامناسب سمجھنا شریعت پر جرأت مندی اور سخت گناہ ہے۔ اور اسلام میں بدفالی وبدشگونی جائز نہیں۔صحیح بخاری میں ہے: ''لاعدوی ولا طیرۃ'' ترجمہ: بیماری بذات خود متعدّی نہیں ہوتی اور بدفالی وبدشگونی کی کوئی اصل نہیں۔

[۳] اس کے پہلے عشرے میں بیویوں سے ہم بستری کو ممنوع سمجھنا:

معاشرے میں بعض ناخواندہ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس مہینے کے پہلے عشرے میں اپنی زوجہ سے مجامعت اچھا نہیں سمجھتے۔ان کا نظریہ عموما یہ ہوتا ہے کہ ان دنوں کی مجامعت سے اولاد ناقص العقل یا بے منفعت ہوگی۔[معاذاللہ]

یہ بھی ایک جاہلانہ خیال ہے، اسلامی شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ایام ممنوعہ کے علاوہ کبھی بھی بیوی سے ہم بستری ہوسکتی ہے۔ جو لوگ محبت امام عالی مقام رضی اللہ تعالی عنہ میں ایسا کرتے ہیں اور سوگ کا نام دیتے ہیں وہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہیں۔اور ایسوں کے لیے حضرت ام سلیم کا وہ کردار درس ہدایت ہے جو انھوں نے اپنے بیٹے کی وفات کی رات ادا فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ ان کے شوہر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ باہر کہیں کام سے تشریف لے گئے تھے، اسی دوران بیٹے کا وصال ہوگیا، جب حضرت طلحہ واپس آئے تو ام سلیم نے بیٹے کی

نعش چھپادی، حسب معمول ان کا استقبال کیا، انھیں کھانا کھلایا، پھر دونوں بستر پر تشریف لے گئے، صحبت ہوئی اس کے بعد ام سلیم نے موت کی خبر سنائی۔ صبح ہوتے ہی حضرت طلحہ نے سارا ماجرا سرور دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو سنایا۔ آپ نے دعا دی ۔اس رات کی صحبت سے حمل قرار پایا۔ اور ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ پھر اس عبد اللہ کے بیٹوں میں بڑے بڑے علما پیدا ہوے۔

[۴]تعزیہ بنانا:

کچھ علاقوں میں لوگ تعزیہ بناتے ہیں ۔نوحہ وماتم کرتے ہوئے اسے گلی گلی پھراتے ہیں۔اس پر منتیں مانتے ہیں اور نیاز چڑھاتے ہیں وغیرہ۔فی زمانا تعزیہ داری کی جو شکلیں ہیں اور ان میں جو خرافات اور منکرات شامل ہیں یقینا وہ ناجائز وحرام ہیں۔ ایک تو ان کاموں کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ ان پر منع وارد ہے، دوسرا یہ کہ ان کاموں کے کرنے میں رافضیوں کی مشابہت بھی ہے:

المعجم الاسط میں ہے:

’’قیامت کے دن ان نوحہ کرنے والیوں کی جہنم میں دوزخیوں کے دائیں بائیں دوصفیں کی جائیں گی، وہاں ایسے بھو نکیں گی جیسے کتیاں بھونکتی ہیں‘‘۔[المعجم الاسط، ج:۴، ص:۶۶، حدیث:۵۲۲۹]

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے:

’’وہ ہم میں سے نہیں جو رخساروں کو پیٹے، گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کے کلمات کہے‘‘۔[صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب لیس منا من ضرب الخذود، حدیث:۱۲۱۹۷]

المعجم الاوسط میں ہے:

’’جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے‘‘[المعجم الاوسط، ج:۶، ص:۱۵۱، حدیث:۸۳۲۷]

فتاوی رضویہ میں ہے:

تعزیہ بنانا بدعت وناجائز ہے۔اسی طرح تعزیہ پر منت ماننا، اس کا تماشا دیکھنا، اس پر چڑھاوا چڑھانا سب باطل اور ناجائز ہیں۔ [ملخصاً از: فتاوی رضویہ جدید، ج:۲۴، ص:۵۰۱]

فتاوی امجدیہ میں ہے:

تعزیہ داری ناجائز وبدعت ہے اور اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے۔ دوسری جگہ ہے: تعزیہ داری بدعت ہے یوں ہی علَم ، دُلدُل اور قبر کی صورت بنانا، اسے گشت کرانا، اور نوحہ کرنا، سینہ کوٹنا یہ سب روافض کا طریقہ ہے ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ [فتاوی امجدیہ، ج:۴، ص:۱۶۷، ۱۵۸]

[۵]آگ پر چلنا، زنجیروں اور ہتھیاروں سے بدن زخمی کرنا:

بہت ساری جگہوں میں دسویں محرم الحرام کو لوگ آگ دہکا کر اس میں چلتے ہیں۔اسی طرح ہتھیاروں اور زنجیروں سے جسموں کو بے جا تکلیف پہنچاتے ہیں اور اسے محبت اہل بیت کا نام دیتے ہیں۔ یہ بھی بڑی جہالت اور نادانی ہے۔ یاد رہے! بلا مصلحت شرعی جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں ہے، بلکہ گناہ وحرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:’’ و لا تلقوا بایدیکم الی التهلکة‘‘ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔[البقرہ، آیت:۱۹۵]

ان کے علاوہ کچھ یہ ہیں:

[۶]یوم عاشورہ کو چولھا نہ جلانا۔ روٹی نہ پکانا۔

[۷]گھروں میں جھاڑو نہ لگانا۔

[۸]اس دن کپڑے نہ بدلنا۔

[۹]سجنے سنورنے سے گریز کرنا۔

[۱۰]پراگندہ بال اور افسردہ حال گھسے پٹے پڑے رہنا۔

[۱۱]اظہار غم کی خاطر بالقصد ننگے بدن اور ننگے سر رہنا۔

[۱۲]یہ نظریہ کہ ماہ محرم الحرام میں امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے سوا کسی اور کے نام سے نیاز نہیں ہو سکتی۔

[۱۳]چاند نظر آتے ہی بطور سوگ سیاہ وسبز لباس کا التزام کرلینا۔

[۱۴]بچوں کوامام حسین کے نام پر فقیر بنانا۔وغیرہ

مذکورہ سارے افعال سوگ کے طور پر کیے جاتے ہیں۔اور سوگ کا مسئلہ یہ ہے کہ عورتوں کو ان کے خویش واقارب کی وفات پر تین دن سوگ کرنے کی اجازت ہے اور اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینہ دس دن، اور کسی کی وفات پر تین سے زائد سوگ منانا جائز نہیں، حرام ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:"جو عورت خدااور قیامت کے دن پر ایمان رکھے اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی کی وفات پر تین رات سے زیادہ سوگ کرے، ہاں شوہر اس سے مستثنیٰ ہے؛شوہر کی وفات پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔[صحیح بخاری،باب تحد المتوفی عنھا اربعۃ اشھر وعشرا]

امام اہل سنت مجد دین وملت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال ہوا کہ [۱]بعض اہل سنت دسویں محرم الحرام کو نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں کہ بعد دفنِ تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔[۲]اس دن کپڑے نہیں اتارتے ہیں۔[۳]ماہ محرم میں شادی نہیں کرتے ہیں۔[۴]ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں۔ان سب کا حکم کیا ہے ؟جائز ہے یا نہیں ؟

فرمایا:

پہلی تین باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔اور چوتھی بات جہالت ہے، ہر مہینہ ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔[فتاوی رضویہ،ج:۲۴،ص:۴۸۸]

یوں ہی ماہ محرم میں سیاہ، سبز اور سرخ لباس پہننے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:محرم میں [خصوصا یکم تا دہم محرم میں] تین رنگ کے لباس نہ پہنے جائیں:سبز رنگ کا لباس نہ پہنا جائے کہ یہ تعزیہ داروں کا طریقہ ہے۔لال رنگ کا لباس نہ پہنا جائے کہ یہ اہل بیت سے عداوت رکھنے والوں کا طریقہ ہے۔اور کالے کپڑے نہ پہنے جائیں کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے۔لہذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔[مصدر سابق،ص:۴۹۶]

اسی طرح امام عالی مقام کے نام کا فقیر بن کر بھیک مانگنے یا اپنے بچوں کو فقیر بنا کر بھیک منگوانے کو بھی ناجائز و حرام قرار دیا ہے۔[مصدر سابق]

گناہ ومعاصی کے کاموں سے بچ کر اس بابرکت مہینے میں ہمیں یہ کام کرنے چاہیے:

[۱]چاند دیکھنے کا اہتمام کریں اور مسنون دعائیں پڑھ کر نئے اسلامی سال کا پاکیزہ استقبال کریں۔ ساتھ ہی گزشتہ سال جو کوتاہیاں سرزد ہوئیں ان کا محاسبہ کرکے ندامت وپشیمانی کے ساتھ نئے اور پاکیزہ عزم وارادے لے کر سال نو کا آغاز کریں۔

[۲]نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ روزوں کی کثرت کریں؛کیوں کہ ماہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل ماہ محرم کے روزے ہیں۔ خصوصاً عاشورہ کا روزہ رکھیں؛کیوں کہ اس دن کا روزہ رکھنے سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔صحیح مسلم میں ہے:" صيام يوم عاشوراء احتسب على الله ان يكفر السنة التى قبله"ترجمہ:مجھے اللہ سے امید ہے کہ عاشورا کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ مٹادیتا ہے۔[صحیح مسلم،ج:۲،ص:۸۱۸]

اور بہتر یہ ہے کہ نویں یا گیارہویں کو دسویں کے ساتھ ملالیں۔صحیح مسلم ہی میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"لئن بقيت الى قابل لاصوم من التاسع"ترجمہ:اگر میں آئندہ سال تمھارے بیچ رہا تو ضرور نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا۔[مصدر سابق،ج:۱،ص:۳۵۹]

[۳]صدقات وخیرات کی کثرت کریں۔حضرت امام حسین

رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر شہدا کے نام پاک پر جس قدر ہو تصدق اور ایصال ثواب کریں بلکہ اپنے تمام روزوں اور نیکیوں کا ثواب انہی کی جناب میں نذر کردیں۔

[۴] گرمیوں کے ایام ہوں تو ان ہستیوں کے نام پر ثواب کی نیت سے لوگوں کو شربت پلائیں اور سردی کا زمانہ ہو تو چائے وغیرہ۔ خدا تعالی توفیق دے تو اپنے قرب وجوار میں تقسیم بھی کریں سب کار خیر ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:

"فی کل ذات کبد رطبة اجر"

ترجمہ: ہر تروتازہ جگر والے [زندہ] کو کھلانے پلانے میں ثواب ہے۔ [سنن ابن ماجہ، باب فضل صدقة الماء، ص:۲۷۰]

فتاوی رضویہ میں ہے:

"روٹیاں پکا کر تقسیم کرنا بھی خیر ہے مگر پھینکنا منع ہے اور ان کا پاوں کے نیچے آنا یا ناپاک جگہ گرنا سخت شدید مواخذہ کا موجب: ایک تو روٹی کی بے حرمتی جس کی تعظیم کا حدیث میں حکم فرمایا۔ دوسرے نیاز کی چیز کی بے توقیری، نیاز کی چیز معظم ہوتی ہے۔ کمادل علیہ حدیث نفیس فی بھجۃ الاسرار۔ بے ادب وہابیوں کا کہنا کہ اس میں تو صدقہ کے سبب اور خباثت آگئی، ان کی قلبی خباثت ہے کہ محبوبان خدا کے نام سے انہیں عداوت ہے" [فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۴۹۴]

[۵] اہل وعیال کے لیے دسویں محرم میں خوب اچھے اچھے، لذیذ اور نفیس کھانے بنائیں۔ شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها"۔

ترجمہ: جو شخص عاشورا کے دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں فراخی کرے گا اللہ تعالی سارا سال اس کے رزق میں کشادگی فرمادے گا۔ [شعب الایمان، کتاب الصیام، ج:۳، ص:۳۶۵]

[۶] حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کے ذکر کی محافل منعقد کریں۔ ان میں احادیث وروایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل ومناقب بیان کریں۔ اور ان روایات وواقعات سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں۔ اس سے جہاں ہمارا باطن پاک ہوگا وہیں ظاہر بھی سجے گا اور سنورے گا۔

[۷] دسویں محرم الحرام کو غسل کریں۔ بیماریوں سے امان ملے گا۔ عالم ربانی حضرت مفتی محمد احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ نے تفسیر روح البیان کے حوالے سے لکھا: دس محرم الحرام کو جو غسل کرے گا سال بھر ان شاءاللہ عزوجل بیماریوں سے امن میں رہے گا؛ کیوں کہ اس دن آب زمزم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے۔ [روح البیان، پ:۱۲، سورہ ہود، آیت:۳۸، ج:۴، ص:۱۴۲]

[۸] اور دسویں تاریخ کو سرمہ بھی لگائیں۔ در مختار میں ہے: "دسویں محرم کو جو سرمہ لگائے گا ان شاء اللہ تعالی سال بھر تک اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی۔ [در مختار ورد المحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم، مطلب فی حدیث التوسعة، ج:۳، ص:۴۵۷]

اس ماہ مقدس میں جو خرافات کیے جاتے ہیں ان کی ایک بڑی فہرست ہے۔ سب کی تفصیل کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ اسی طرح جو اچھے اور نیک کام کیا جانا چاہیے اس کی کوئی حد نہیں؛ کیوں کہ نیکیوں اور اچھے اعمال کا باب بڑا وسیع ہے۔ اس لیے انہی کچھ خاص باتوں پر اکتفا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالی سارے مسلمانوں کو توفیق خیر سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیه وعلی آله افضل الصلوات واکرم التسلیم.

۞۞۞

مولانا مبارک حسین مصباحی: چیف ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سلسلہ نسب علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی ہاشمی۔ والدہ کا سلسلۂ نسب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف، ہاشم پر یہ سلسلہ، نسب پدری سے مل جاتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب جناب ابو طالب کے بھائی تھے، اس طرح مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔

آپ کا جسم مبارک قدرے بھاری تھا، اکثر خود استعمال کرنے کی وجہ سے سر کے بال اڑے ہوئے تھے، درمیانہ قد مائل بہ پستی، انتہائی طاقت ور تھے۔ رنگ گندمی، اور نورانی، ریش مبارک گھنی اور دراز تھی۔ آپ شیر خدا بھی تھے اور حیدر کرار بھی۔ آپ شجاعت و سخاوت کے پہاڑ بھی تھے اور فصاحت و بلاغت کے بحرِ ناپیدا کنار بھی۔ آپ باب العلم بھی تھے اور حلم کے شہریار بھی۔ جرأت وہمت کی ناقابلِ شکست چٹان بھی تھے اور فاتحِ خیبر بھی۔ عبادت و ریاضت کے پیکرِ جمال بھی تھے اور تصوف و روحانیت کا اولین سرچشمۂ ہدایت بھی۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد عام طور پر تصوف کے روحانی چشمے آپ ہی سے پھوٹتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل کی اصل کہ حضور کی اولاد آپ ہی سے چلی، حسنین کریمین کے آپ والد ماجد ہیں، آپ پنجتن پاک میں ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر آنگن میں آپ کی پرورش ہوئی، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو غسلِ ولادت دیا، آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وصال پر ملال کے بعد غسل دیا، آپ آلِ عباس ہیں، اپنے آقا کی امت میں قاسمِ ولایت آپ ہی ہیں۔ آپ کے تعلق سے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ احادیث ہیں۔ سچ اور حق یہ ہے کہ ریت کے ذروں اور آسمان کے تاروں کی طرح آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ آپ کے حوالے سے قرآن عظیم کی تین سو آیات نازل ہوئیں:

عَنْ ابْنِ عَبَّاس قال: نَزَلَت فِیْ عَلِیٍّ ثَلَاثُ مِأَته آیَۃٍ. (تاریخ بغداد، ج:۶، ص:۲۲۱ وغیرہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔

آپ نے گہوارۂ نبوت میں پرورش پائی، آپ احادیث کی روایت میں سخت احتیاط فرماتے تھے، تاریخ الخلفا میں ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کے فرزندوں حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، محمد بن حنفیہ، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابو موسیٰ، ابو سعید، زید بن ارقم، جابر بن عبد اللہ، ابو عمامہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ، صحابہ اور تابعین روایت کرتے ہیں۔ (تاریخ الخلفا، از: علامہ جلال الدین سیوطی، ص:۲۴۳)

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین
ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

آپ ۳۰ عام الفیل میں بعثت نبوی سے ۱۰ برس قبل یعنی ۲۳

رجب ۲۳ قبل ہجری/ ۱۷ مارچ ۱۵۹۹ء میں خانہ کعبہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں کے درمیان پیدا ہوئے، جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب کا معاشی بوجھ ہلکا کرنے کے لیے حضرت علی کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ اسی طرح جب آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش تربیت اور فیضانِ محبت میں پایا، آپ کا جمالِ جہاں آرا دیکھا، انھیں کی باتیں سنیں اور انھیں کی عادتیں سیکھیں، اس لیے بتوں کی نجاست سے آپ پاک رہے کبھی آپ نے بت پرستی نہیں کی، اسی لیے "کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم". آپ کا لقب ہوا۔ (تنزیہ المکانۃ الحیدریہ وغیرہ)

امیر المومنین مولا علی کی یہ خوش بختی ہے کہ ولادت کے بعد پہلے آقائے کریم ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت فرمائی، اسی کی برکت ہے۔ آپ کرم اللہ وجہہ الکریم کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلنَّظَرُ إِلٰى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ. (المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ، حدیث نمبر ۴۶۶۵)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی [کرم اللہ وجہہ الکریم] کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔

اسلام قبول کرنے کی سرگذشت:

ابن اسحاق نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت خدیجہ کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے وقت ایک دن حضرت علی آئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت علی نے عرض کیا، اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کیا کر رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا، اسی دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔

آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور لات وعزیٰ کے انکار کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ حضرت علی نے عرض کیا: میں نے اس سے پہلے اس کے بارے میں کبھی نہیں سنا، میں پہلے اپنے والد ابو طالب سے دریافت کیے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے خود اعلان کرنے سے پہلے اس کو پوشیدہ رکھا تھا، اس لیے آپ نے فرمایا: اے علی! اگر آپ ایمان نہ لاتے ہو تو اس راز کو مخفی رکھو، ایک رات کے توقف کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں اسلام کی روشنی ڈال دی۔

صبح کے وقت حضرت علی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، عرض کیا، آپ نے کل مجھ سے کیا فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا: آپ گواہی دو کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، اور لات و عزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے براءت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی نے اسی طرح کیا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری، اسد الغابہ، ج:۴، ص:۱۸، ملخصًا، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران)

آپ کی شان وعظمت اور حضور سے کمال قربت کا اندازہ صحیح بخاری شریف میں وارد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک سے ہوتا ہے آپ نے فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ۔ ترجمہ: اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب علی بن ابی طالب، حدیث نمبر: ۳۶۹۹)

بلا جہیز عقد نکاح:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا عقد نکاح، خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔ معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارک ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح

علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کراؤں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج۸، ص ۴۹۷، حدیث نمبر: ۱۰۱۵۲)

تفصیلی بحث میں نہ جاتے ہوئے اختصار سے عرض ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ ہی کے مکان میں رہتے تھے، اس لیے حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک مکان آپ کو دے دیا۔ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی مکان میں تشریف لے گئیں، آپ کے والدِ گرامی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی مکان کے دروازے پر جلوہ گر ہوئے، اجازت طلب فرمائی اور اندر تشریف لے گئے۔ ایک برتن میں پانی منگایا، اس میں اپنے ہاتھ ڈالے، اس پانی کو آپ نے اپنے داماد حضرت علی کے سینے اور بازو پر چھڑکا، پھر اپنی نور نظر حضرت فاطمہ زہرا کو بلایا اور ان پر بھی چھڑکا اور فرمایا، میرے خاندان میں جو سب سے بہتر ہے میں نے اسی کے ساتھ آپ کا نکاح کیا۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ۴۰۰ درہم تھا، جس کی مقدار ایک سو ساڑھے سولہ تولہ چاندی ہوتی ہے۔ عام طور پر مہرِ فاطمی کا ذکر کیا جاتا ہے، لہٰذا یا تو اتنی چاندی دی جائے یا نکاح کے وقت جو چاندی کی قیمت بنتی ہے وہ دی جائے۔

نَقَلَ ابْنُ الْهمَام أَنَّ صَدَاقَ فَاطِمَةَ كَانَ أَرْبَعَ مِائَةِ دِرهَم. (مرقات، شرح مشکات، ج:۳، ص:۷۴۴)

امام ابن الہمام صاحبِ فتح القدیر نے نقل فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو درہم تھا۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

مہر فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا چار صد درہم بود"۔ (ملخصًا اشعۃ اللمعات، ج ثالث، ص:۱۳۷)

یہ جو آج مسلم معاشرے میں معروف ہو گیا ہے کہ آقا ﷺ اپنی لختِ جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی جانب سے چند چیزیں بطور جہیز عطا فرمائی تھیں، یہ تصور غلط ہے۔ در اصل حضور ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھی سرپرست تھے آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے روپئے سے استعمال کے کچھ ضروری سامان خرید کر منگائے تھے، ہمارے معاشرے میں یہ جبراً جہیز کی وبا شرعی نہیں بلکہ ہندوستانی مذاہب کی لعنت ہے۔ ہاں اسلام میں وراثت ہے جس کا عام طور پر چلن بند ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

بارگاہِ رسول ﷺ میں حضرت علی کا بلند مقام:

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ [ترمذی]

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سچی محبت ایمان کی نشانی ہے اور آپ سے بغض و عداوت منافقت کی واضح علامت ہے۔

عَنْ زِرٍّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسْمَةَ، إِنَّهُ لَعَهْدَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صلى الله تعالى عليه وسلم إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (مشکوۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص: ۵۶۳، مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت زر بن حبیش سے، فرماتے ہیں؛ فرمایا: علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی قسم جس نے دانہ چیرا اور جان کو پیدا کیا کہ مجھ سے نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد فرمایا کہ مجھ سے محبت نہ کرے گا مگر مؤمن اور مجھ سے بغض نہ رکھے گا مگر منافق۔ (مسلم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت بفضلہ تعالیٰ اہل سنت کو حاصل ہے۔ سچی محبت یہ ہے کہ اعمال میں ان کی پیروی کرے، ان کی مخالفت نہ کرے، حضرت علی کی ساری اولاد اور سارے دوستوں سے محبت کرے، صحابۂ کرام سے نفرت اور محبتِ علی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ بعض لوگ صرف حسنین کریمین سے عشق کرتے ہیں اور دیگر اولاد سے نفرت کرتے ہیں، یہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سچی محبت نہیں، آپ نے سیدہ فاطمہ زہرا کے وصال کے بعد آٹھ نکاح فرمائے، چھ بچے

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئے، باقی بارہ فرزند دیگر اہلیات سے، تین بچیاں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور باقی چودہ بچیاں دیگر اہلیات رضی اللہ عنہن سے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لَعِلِيٍّ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزَلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى، إِلاَّ أَنَّه لَا نَبِيَّ بَعْدِي.(از: بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۶۳، مجلس برکات، مبارک پور)

روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جناب علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے اس درجہ میں ہو جو ہارون کو موسی سے تھا، بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جانے لگے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اہل مدینہ کی حفاظت پر اور حضرت عبد اللہ ابن مکتوم کو نماز کی جماعت کرانے پر مقرر فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جہاد میں ساتھ جانے کی خواہش کی تو یہ فرمایا کہ جیسے موسی علیہ السلام جب طور پر مناجات کے لیے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنی اسرائیل میں چھوڑ گئے ایسے ہی میں تم کو اپنا نائب بنا کر مدینہ میں چھوڑ تا ہوں۔

یعنی آپ میں اور جناب ہارون علیہ السلام میں فرق یہ ہے کہ وہ حضرت موسی علیہ السلام کے خلیفہ بھی تھے اور نبی بھی، تم میرے خلیفہ تو ہو مگر نبی نہیں کیوں کہ مجھ پر نبوت ختم ہو چکی۔ اس حدیث سے روافض یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی حضور کے خلیفہ بلا فصل ہیں، ان میں اکثر تو کہتے ہیں کہ تمام صحابہ اس لیے کافر ہیں کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہوتے ہوئے اور کو خلیفہ مان لیا، بعض روافض کا عقیدہ یہ ہے کہ خود حضرت علی بھی کافر ہیں کہ انھوں نے اپنی خلافت کے لیے صحابہ سے جنگ نہ کی بلکہ ان خلفا کی بیعت کر لی۔ (مرقات) یہ عقیدہ تو سارے روافض کا ہے کہ حضرت علی نے تقیہ کر کے دب کر ان خلفا سے بیعت کی تھی۔ نعوذ باللہ شیر نہ تقیہ کرتا ہے، نہ دبتا ہے، نہ مظلوم ہوتا ہے، حضرت علی بلاشک شیر خدا تھے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مشابہت صرف اس عارضی وقتی خلافت میں ہے تشبیہ مطلق نہیں بلکہ تشبیہ مقید ہے ورنہ حضرت ہارون علیہ السلام سگے بھائی تھے حضرت موسی علیہ السلام کے، حضرت علی چچا زاد بھائی، حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں حضرت موسی علیہ السلام سے بڑے تھے، حضرت علی چھوٹے، حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام سے چالیس سال پہلے وصال فرما گئے تھے، حضرت مولیٰ علی بعد میں حیات رہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف حفاظت مدینہ کا حضرت علی کو خلیفہ بنایا تھا، نماز کا امام نہ بنایا تھا وہ تو ابن ام مکتوم تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لہذا خلافت بلا فصل کو اس حدیث سے دور کا تعلق بھی نہیں۔

فتح خیبر کا تاریخی پس منظر:

وَعَنْ سَهلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ الله صلي الله تعالىٰ عليه وسلم قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ: «لَأُعْطِيَنَّ هذِه الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْه يُحِبُّ الله وَرَسُولَه وَيُحِبُّه الله وَرَسُولُه» . فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كلهم يَرْجُونَ أَنْ يُعْطَاها فَقَالَ: «أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟» فَقَالُوا: هوَ يَا رَسُولَ الله يَشْتَكِي عَيْنَيْه. قَالَ: «فَأَرْسِلُوا إِلَيْه». فَأُتِيَ بِه فَبَصَقَ رَسُولِ الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فِي عَيْنَيْه فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِه وَجَعٌ فَأَعْطَاه الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ الله أقاتلهم حَتَّى يَكُونُوا مثلنَا؟ فَقَالَ: «انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ الله فِيه فَوَاللَّه لَأَنْ يَهدِي الله بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْه وَذكر حَدِيث الْبَراء قَالَ لعَلي: «أَنْت مني وَأَنا مِنْك» فِي بَاب «بُلُوغ الصَّغِير. » (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۶۳، ۵۶۴ مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے محبت فرماتے ہیں۔ پھر جب لوگوں نے صبح پائی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سب حاضر ہوئے، ہر ایک یہ آس لگائے ہوئے تھا کہ جھنڈا اسے دیا جائے۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، علی ابن طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا؛ ان کی آنکھیں دُکھتی ہیں، فرمایا: انہیں بلاؤ، چنانچہ انہیں لایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعاب ان کی آنکھوں میں لگایا ،وہ ایسے اچھے ہو گئے گویا انہیں درد تھا ہی نہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں جھنڈا دیا تو علی نے عرض کیا؛ یارسول اللہ! کیا میں ان سے جنگ کروں حتی کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں، فرمایا اپنے نرمی پر جاؤ حتیٰ کہ ان کے میدان میں اترو، پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انہیں اللہ کے ان حقوق کی خبر دو جو ان پر لازم ہیں اسلام میں۔

خدا کی قسم اللہ تمھارے ذریعے ایک شخص کو ہدایت دے دے یہ تمھارے لیے اس سے اچھا ہے کہ تمھارے پاس سرخ اونٹ ہوں۔ (مسلم، بخاری)

اس حدیث متفق علیہ کے تحت ہم چند باتیں متعدّد شروح کی روشنی میں عرض کرتے ہیں، تمام صحابہ کرام نے رات بھر صبح کا انتظار کیا کہ دیکھیں کس کی قسمت چمکتی ہے صبح کو تمام صحابہ اسی امید میں حضور انور ﷺ کے سامنے پیش ہو گئے مگر یہ سعادت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نصیب میں تھی، اس سعادت کی تمنا کرنا، اس کا رات بھر انتظار کرنا بھی عبادت تھا اس لیے حضور نے صراحت کے ساتھ حضرت علی کا نام نہیں لیا تا کہ سب صحابہ انتظار اور تمنا کر کے ثواب پائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھوں میں اتنی تکلیف تھی کہ دوسرے صحابہ آپ کو پکڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک لائے، حضور نے آنکھوں کی تکلیف دیکھ کر لعاب دہن لگایا۔ لعابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ، حضرت مولیٰ علی کی آنکھ کا سرمہ ہے، حضرت عبداللہ ابن عتیک کی ٹوٹی ہڈی کا سریش ہے، کھاری کنویں میں پڑے میٹھا کر دے، خشک کنویں میں پڑے اس میں پانی پیدا کر دے، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعابِ دہن معجزات کا مجموعہ ہے، اشعۃ اللمعات میں ہے کہ اس کے بعد آپ کی آنکھوں میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ تا قیامت خیبر کا ہر ذرہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت کا خطبہ پڑھتا رہے گا۔

ایک کافر کو مسلمان بنانا دنیا کی بڑی دولت سے بھی بہتر ہے بلکہ کافر کو قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے رغبت دے کر مسلمان کر لیا جائے کہ اس سے اس کی ساری نسل مسلمان ہوگی۔ یہاں صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ پہلے دن حضور نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، سخت جنگ ہوئی مگر کامیابی نہیں ہوئی، دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، اس دن بہت گھمسان کا رن پڑا مگر خیبر فتح نہیں ہوا، تیسرے دن فتح کی بشارت دی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں لشکر بھیجا، آپ کے ایک ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔ (مرقات)

حضور کے غلام ابو رافع فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ خیبر کی جنگ میں تھا آپ کے ایک ہاتھ میں ڈھال تھی دوسرے میں تلوار، یہود خیبر قلعہ سے نکل آئے، سخت جنگ ہوئی، ایک یہودی نے آپ کے ایک ہاتھ پر کوئی چیز ماری جس سے ڈھال گر گئی آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھا لیا۔ اور اسے ڈھال کی طرح استعمال فرمایا۔ خیبر فتح فرمانے کے بعد اسے رکھا، ہم سات آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا تھا جن میں میں بھی تھا، مگر ساتوں کے زور سے وہ ہل نہ سکا، یہ ہے طاقت حیدری۔ (مرقات) شعر؎

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اسے امام احمد نے باب مناقب میں روایت کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم نے دروازۂ خیبر اکھیڑا اور مسلمانوں کو اس پر سے اتار دیا، خیبر فتح ہو گیا، بعد میں چالیس آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھا سکے، بعض روایات میں ہے ستر صحابہ نہ اٹھا سکے۔

ابن اسحاق مغازی میں اور ابن عساکر ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کرم اللہ وجہہ الکریم نے قلعۂ خیبر کا دروازہ اٹھا کر ڈھال بنا لیا اور اسی سے لڑتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قلعہ پر فتح عطا فرمائی۔ جب آپ نے دروازہ پھینکا تو ہم میں سے اسّی آدمیوں نے اس دروازے کے پلٹنے کا قصد کیا مگر پلٹ نہ سکے۔ (تاریخ الخلفا، ص:۲۴۳)

امام احمد نے حضرت عبدالرحمن ابن یعلی سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم گرم کپڑے گرمیوں میں اور ٹھنڈے کپڑے سردیوں میں پہنتے تھے، میں نے اس کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں لعاب لگایا تو ساتھ میں یہ دعا دی الٰہی علی سے ٹھنڈک اور گرمی دور کر دے اس دن سے مجھے نہ سردی لگتی ہے اور نہ گرمی۔ (مرقات)

جس کا میں مولا اس کے علی مولا:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَالَ: «إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۶۴، مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں میں علی سے ہوں اور وہ ہر مؤمن کے ولی ہیں۔

یہاں ولی بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی دوست یا بمعنیٰ مددگار ہے جیسے رب فرماتا ہے: ”اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا“ وہاں بھی ولی بمعنی مددگار ہے۔ اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مصیبت میں ”یا علی مدد“ کہنا جائز ہے کیوں کہ حضرت علی تاقیامت ہر مؤمن کے مددگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کو ”مولیٰ علی“ کہنا جائز ہے کہ آپ ہر مسلمان کے ولی اور مولیٰ ہیں۔

وَعَن زید بن أرقم أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَالَ: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ». رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيّ. (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۶۴، مجلس برکات مبارک پور)

زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں تو علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔

یہاں بھی مولیٰ بمعنی خلیفہ نہیں بلکہ بمعنی مددگار یا بمعنی دوست ہے۔ جسے حضور سے محبت ہے اسے حضرت علی سے محبت ہونی ضروری ہے، اگر مولیٰ بمعنی خلیفہ ہو تو بتاؤ کہ حضور انور ﷺ کس کے خلیفہ تھے اور جو لوگ حضور کے زمانہ میں شہید یا فوت ہوئے ان کے علی خلیفہ کیسے ہوئے ہاں آپ محبوب، مددگار، دوست ہر مؤمن کے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: آخَى رَسُولُ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بَيْنَ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ: آخَيْتَ بَيْنَ أَصْحَابِكَ وَلَمْ تُؤَاخِ بَيْنِي وَبَيْنَ أُحُدٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: «أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۶۴، مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت ابنِ عمر سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تو علی آئے، ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں، عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرا دیا مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دین و دنیا میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

اس طرح کہ مہاجرین کو انصار کا بھائی قرار دیا کہ فلاں مہاجر فلاں انصار کا بھائی اور فلاں فلاں کا کہ ہر ایک دوسرے کے مال میں برابر

کا حصہ دار ہے اور بعد وفات ایک دوسرے کا وارث، بعد میں یہ حکم آیتِ میراث سے منسوخ ہو گیا، انصار نے اپنا آدھا مال بخوشی اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا، ایسی بے مثال مہمان داری آسمان نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

یا رسول اللہ آپ نے مجھے کسی انصاری کا بھائی نہ بنایا میں بے یار و مددگار رہ گیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! آپ رشتہ میں بھی میرے چچازاد بھائی ہو اور اب اس عقد مواخات میں بھی تم کو اپنا بھائی بنایا اور دنیا و آخرت میں اپنا بھائی بنایا۔ سبحان اللہ! مگر خیال رہے کہ اس کے باوجود بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا، جب پکارا تو یا رسول اللہ کہہ کر، پھر کسی عام امتی کو بھائی کہنے کا حق کیسے ہو سکتا ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: «مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي» . رَوَاهُ أَحْمد (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۶۵، مجلس برکات مبارک پور)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے علی کو برا بھلا کہا تو اس نے مجھے برا بھلا کہا۔" (احمد)

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جو کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نسبی خاندان کی گالی دے وہ در حقیقت اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خاندان میں شامل ہیں، یہ خالص کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ جو انہیں عناد سے برا کہے وہ در حقیقت مجھے برا کہتا ہے کیوں کہ میں اور وہ گویا ایک ہی ہیں ان کی تعظیم میری تعظیم ہے، ان سے عداوت مجھ سے عداوت ہے۔ خیال رہے کہ کبھی کسی صحابی نے حضرت علی سے نہ عداوت رکھی نہ انہیں برا کہا، ان میں اختلافات رہے، ان سے مخالفت یا عداوت نہ کیا، یہ اختلاف ایسے ہی تھے جیسے حضرات برادران یوسف علیہ السلام کی مخالفت یوسف علیہ السلام سے یا جیسے حضرت سارہ کا حضرت ہاجرہ سے اختلاف کہ یہ نہ کفر ہے نہ فسق بلکہ اختلاف رائے ہے، یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے۔ چنانچہ امام احمد نے عروہ ابن زبیر سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے سامنے حضرت علی کی کچھ برائی کی تو حضرت عمر نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ کیا تم اس قبر کے مکین کو جانتے ہو اس میں محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب جلوہ گر ہیں تم جب بھی علی کا ذکر کرو تو خیر سے کرنا، اگر تم نے ان کی اہانت کی تو سمجھو کہ تم نے حضور کو ستایا۔ (مرقات)

وَعَنْ عَلِيٍّ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: «فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَى أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَتْ لَهُ». ثُمَّ قَالَ: يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَآنِي عَلَى أَنْ يَبْهَتَنِي. رَوَاهُ أَحْمَدُ (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۶۵۳، مجلس برکات مبارک پور)

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم میں حضرت عیسیٰ کی مثال ہے جن سے یہود نے بغض رکھا اور اس حد تک پہنچے کہ ان کی ماں کو تہمت لگائی۔ اور ان سے عیسائیوں نے محبت کی حتیٰ کہ انھیں اس درجہ میں پہنچا دیا جو ان کا نہ تھا۔ پھر فرمایا: میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے، محبت میں افراط کرنے والے مجھے ان صفات سے بڑھائیں گے جو مجھ میں نہیں ہیں اور بغض کرنے والے جن کا بغض اس پر ابھارے کا مجھے بہتان لگائیں گے۔ (احمد)

سبحان اللہ! جو زبان حق ترجمان سے نکلا وہ ہو کر رہا، روافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت کے دعویٰ میں حد سے آگے نکل گئے۔ خوارج حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عداوت میں حد سے آگے نکل گئے۔ ان شاء اللہ اہل سنت کا بیڑا پار ہے۔ الحمد للہ ہمارے ایک ہاتھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دامن ہے

دوسرے ہاتھ میں امیر المومنین حضرت صدیق اکبر اور امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ۔۔۔ ہم بفضلہٖ تعالیٰ اہل بیت کی کشتی میں سوار ہیں اور صحابہ کرام سے ہدایت لے رہے ہیں جو امت کے لیے ہدایت کے تارے ہیں۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اہلِ بیت میں بھی ہیں اور بلند پایہ صحابیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس فرمان میں محبت کو افراط سے مقید کیا، کیوں کہ محبتِ علی اصل ایمان ہے، ہاں محبت میں ناجائز افراط برا ہے، مگر عداوتِ علی اصل ہی سے حرام بلکہ کبھی کفر ہے، اس لیے شان یعنی عداوت کو بغیر قید بیان فرمایا، بڑا ہی فصیح و بلیغ فرمان ہے۔ اب آپ ان دونوں نظریات کی سندیں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانۂ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِیْ ذَرٍ أَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَالَ: اَلَا إِنَّ مَثَلَ أَهْلِ بَیْتِیْ فِیْكُمْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نَوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَتَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ. رواہ أحمد. (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۷۳، مجلس برکات مبارک پور)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ آگاہ ہو جاؤ میرے اہلِ بیت آپ کے درمیان حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہیں، جو شخص کشتی پر سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو کشتی میں سوار نہ ہو سکا ہلاک ہو گیا۔

اب صحابہ کرام کے فضائل میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے:

قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ تعالى علیه وسلم أصحابِی كَالنُّجُوْمِ، بِأَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُم. رواہ رزین. (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ص:۵۵۴، مجلس برکات مبارک پور)

رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

مختصر حاصلِ مطالعہ:

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بے شمار خوبیوں کی درخشاں شخصیت تھی، آپ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو غسلِ ولادت سے سرشار فرمایا۔ آپ اہلِ جنت کی کشتی کے مضبوط رکنِ رکین ہیں، گم گشتگانِ راہ کے لیے صحابیت کے تابندہ ستارے ہیں۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی منتخب فرمایا، آپ کی شان میں تین سو قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ بے شمار احادیث نبویہ آپ کے فضائل میں وارد ہوئیں۔ آقا کی نورِ نظر خاتونِ جنت کے آپ پاکیزہ شوہر نامدار ہیں۔ جنتی جوانوں کے سردار حضرات حسنین کریمین کے آپ والد غم گسار ہیں۔ آپ کو سرکار علیہ السلام نے ابوتراب فرمایا۔ آپ اس لقب پر ہمیشہ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔ فصاحت و بلاغت آپ کے الفاظ اور اسلوب سے سنورتی ہے۔ آپ کے زریں خطابات دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں۔ شعر و سخن کے رموز و اسرار آپ کی شاعری کے بطن سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی حیات و فکر سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ خلفائے ثلاثہ کے معتمد اور معین و مددگار رہے۔ عہدِ صحابہ میں آپ بڑے قاضی اور منصف تھے۔ آپ کے حیرت انگیز فیصلے اکابر صحابہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے تھے، جنگ خیبر کے موقع پر سرکار نے آپ کو گرمی اور سردی نہ لگنے کی دعا دی تو آپ ہمیشہ کے لیے سردی اور گرمی سے محفوظ ہو گئے۔ آپ کی ذات گرامی علم و حکمت کا دروازہ تھی، شجاعت کی بلندی ایسی کہ آج "یا علی مدد" کہہ کر بڑے بڑے معرکے سر کر لیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

❁❁❁

فقیہ اہل سنت حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی: حیات و خدمات

مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی

نام: آلِ مصطفیٰ

لقب: فقیہ اہل سنت

ولدیت: مولانا محمد شہاب الدین اشرفی لطیفی علیہ الرحمہ۔ یہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے، بڑے ذی استعداد اور کثیر اوصاف و کمالات کے حامل تھے، اپنے علاقے میں معاصرین و اقران میں امتیازی مقام رکھتے تھے، بڑے جید اور ماہر استاذ تھے، مفتی صاحب قبلہ کی ابتدائی تعلیم بھی انہی کی زیر تربیت ہوئی۔

نسب نامہ: آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: آل مصطفیٰ بن محمد شہاب الدین بن منشی نجابت حسین صدیقی۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۷/ اکتوبر ۱۹۷۱ء میں ضلع کٹیہار کے معروف اور مردم خیز گاؤں شہجنہ بارسوئی میں اپنے نانا کے گھر ہوئی۔

تعلیم و تربیت: گاؤں کے ایک مکتب میں حضرت مولانا منشی محمد طاہر حسین صاحب کٹیہاری سے ناظرۂ قرآن کی تعلیم حاصل کی، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم حوراسوناپور، ضلع کٹیہار میں حاصل کی، درجۂ ثانیہ مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو میں پڑھے، آپ کو چوں کہ فقیہ النفس، مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی سے اکتساب علم کا از حد اشتیاق تھا اور ان دنوں مفتی صاحب قبلہ کشن گنج کے معروف ادارہ الادارۃ الاسلامیہ دار العلوم حنفیہ میں متلاشیان علم کو علم و فضل کی خیرات عطا کر رہے تھے، اس لیے آپ فیض العلوم سے دار العلوم حنفیہ تشریف لائے اور یہاں درجۂ ثالثہ اور رابعہ کی تعلیم مکمل فرمائی، منطق اور نحو کی اہم کتابیں مناظر اہل سنت قبلہ سے پڑھیں، اس کے بعد اہل سنت کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ خامسہ تا ثامنہ کی تعلیم جلیل القدر اساتذہ اور علوم و فنون کے ماہرین سے حاصل کی اور ۱۹۹۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی سال آپ کی دستار فضیلت ہوئی اور اسی دوران آپ نے افتا کی مشق کا کورس بھی مکمل کیا۔

اساتذہ و مشائخ: جن نفوس قدسیہ سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکتساب علم و فیض کیا ہے، ان کی فہرست قدرے طویل ہے، ان میں سے چند اہم اساتذہ کے نام یہ ہیں:

- والد محترم حضرت مولانا محمد شہاب الدین اشرفی صاحب رحمۃ اللہ
- شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ
- فقیہ النفس، مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی دام ظلہ العالی
- محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دام ظلہ العالی
- محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور صاحب گیاوی دام ظلہ العالی
- صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب دام ظلہ العالی
- نصیر ملت حضرت علامہ نصیر الدین عزیزی صاحب دام ظلہ العالی
- سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب دام ظلہ
- ادیب شہیر حضرت مولانا شمس الہدیٰ مصباحی صاحب دام ظلہ

بیعت و ارادت: آپ سرکار کلاں حضرت علامہ سید شاہ مختار اشرف اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے بعد میں آپ کی طہارت و پاکیزگی، اخلاص و للٰہیت اور علم و فضل کی وجہ سے شیخ الاسلام حضرت علامہ سید شاہ محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی دامت برکاتہم القدسیہ نے اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

تدریس: کامیاب تدریس کے لیے محض مدرس کا باصلاحیت ہونا

ہی کافی نہیں بلکہ بآسانی طلبہ کے ذہن میں مفاہیم کتب اتار دینے کا ملکہ بھی ضروری ہے، مفتی صاحب قبلہ کی ذات ستودہ صفات میں یہ وصف بھی بدرجۂ اتم موجود تھا، دقیق ولاینحل مسائل کی گتھیوں کو حسن اسلوب کے ساتھ طلبہ کے ذہن میں راسخ کردینے کا جو ملکہ تھا، وہ یقیناً آپ ہی کا حصہ ہے، مفتی صاحب کا درس تطویل بلاطائل سے پاک خیر الکلام ماقل ودل کے مصداق ہوتا تھا، اور کمال تو یہ ہے کہ عہد طالب علمی میں ہی مفتی صاحب کی ذات ان اوصاف و کمالات کے حامل تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ محدث کبیر، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کے محبوب نظر تھے، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فارغ التحصیل ہونے کے معًا بعد جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں استاذ اور مفتی کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، اس وقت سے لے کر وفات طیبہ تک اسی ادارے سے منسلک رہے، منقولات کی منتہی کتابوں کے ساتھ ساتھ معقولات کی اہم وادق کتابیں بھی ہمیشہ زیر درس رہیں، متخصصین کی تربیت بھی ایک عرصۂ دراز تک آپ کے ذمہ رہی، تعلیم و تربیت کے میدان میں جامعہ امجدیہ کو بام عروج تک پہنچانے میں جن نفوس قدسیہ کی خدمات شامل ہیں، ان میں مفتی صاحب کا نام والا بہت ہی نمایاں ہے۔ آپ کا زمانۂ تدریس کامل تین دہائیوں کو محیط ہے۔

قلمی تخلیقات: عہد طالب علمی ہی سے آپ کو قرطاس و قلم سے خاصا شغف تھا، یہی وجہ ہے کہ زمانۂ تدریس میں تدریس و افتا کی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی ہمیشہ مصروف عمل رہے، آپ کے سیال اور بافیض قلم سے مختلف موضوعات و عنوانات پر دو سو سے زائد مضامین و مقالات وجود میں آچکے ہیں، کئی علمی و تحقیقی کتابوں کے آپ ممتاز مصنف ہیں، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ اور ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی کئی ایک کتابوں پر آپ کی تعلیقات، حواشی اور تقدیمات موجود ہیں۔ ذیل میں بعض اہم قلمی خدمات کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔

تصنیفات:

- اسباب ستہ اور عموم بلوی کی توضیح و تنقیح
- مختصر سوانح صدر الشریعہ علیہ الرحمہ
- بیمۂ زندگی کی شرعی حیثیت
- کنزالایمان پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ
- منصب رسالت کا ادب و احترام
- روداد مناظرۂ بنگال
- خطبۂ استقبالیہ صدر الشریعہ سیمینار مطبوعہ و مشمولہ صدر الشریعہ حیات و خدمات
- بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے اصول
- نقشہ دائمی اوقات صلاۃ برائے گھوسی
- مسئلہ کفاءت عقل و شرع کی روشنی میں

ترجمہ و تقدیم:

فقه شهنشاه و ان القلوب بيد المحبوب بعطاء الله. یہ امام اہل سنت مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف لطیف ہے، یہ رسالے کا عربی اور تاریخی نام ہے، ویسے اس کا عرفی نام ہے۔ شہنشاہ کون؟۔ اس رسالے کے آغاز میں مفتی صاحب قبلہ کی ایک وقیع تقدیم شامل کی گئی ہے، عربی عبارات کا ترجمہ بھی آپ نے ہی کیا ہے۔

مذاهب ارواح القدس لكشف حكم العرس. یہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ہے، اس کی عربی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ایک قیمتی اور معلوماتی تقدیم بھی آپ نے تحریر فرمائی ہے۔

تعلیقات و حواشی: منير التوضيح. [یہ اصول فقہ حنفی کی معرکہ الاراء اہم اور مایہ ناز کتاب التوضيح في حل غوامض التنقيح پر بہت ہی شان دار، مدلل و مبرہن بسیط حاشیہ ہے، اس حاشیہ کے کثیر فضائل و محاسن میں سے ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ مفتی صاحب قبلہ نے اس میں بہت سارے مقامات پر فقہ واصول فقہ

سے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کثیر تحقیقات و تنقیحات شامل فرمائے ہیں، اگر وہ تحقیقات اردو زبان میں تھیں تو آپ نے اس کی تعریب بھی کی ہے۔]

فتاویٰ امجدیہ جلد سوم و چہارم۔ صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے فتاوے **فتاویٰ امجدیہ** کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہوئے ہیں، اس کی تیسری اور چوتھی جلد پر آپ کا علمی و فقہی حاشیہ شامل ہے، جو آپ کی بالغ نظری اور وسعت علمی کی واضح دلیل ہے، مناسب تعلیق و حاشیہ کے ساتھ ساتھ زمان و مکان کے اختلاف کے سبب جن فتوؤں میں تبدیلی ہوئی ہے، آپ نے ان کی بھی نشان دہی فرمائی ہے۔

حاشیہ شرح عقود رسم المفتی [یہ زیر طبع ہے]

مقدمات: درج ذیل کتب پر آپ نے علمی و قیمتی مقدمات تحریر فرمائے:

نزول آیتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان [امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ]

بہارِ شریعت [صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ]

جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری [ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ]

تعلیقات الامام احمد رضا علی تقریب التہذیب للامام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب پر آپ نے تقریظ تحریر فرمائی جو طویل ہے اور مقدمے کی حیثیت رکھتی ہے۔

تنویرات و تعلیمات امدادیہ۔ یہ دونوں فقیر راقم الحروف کی تصنیف ہیں، مفتی صاحب قبلہ نے اپنے بیش بہا اوقات کا کچھ حصہ عطا فرما کر ان دونوں کی اصلاح فرمائی ہے نیز ایک بصیرت افروز، چشم کشا مقدمہ لکھ کر ان کتابوں کو پایۂ اعتبار عطا فرمایا ہے۔

مضامین و مقالات:

چند اہم مضامین و مقالات یہ ہیں:

- فقہی عبارات پر امام احمد رضا کا کلام اور ان کی تحقیق و تنقیح
- رجال حدیث پر امام احمد رضا کی نظر
- امام احمد رضا کی شاعری میں ادب و احترام
- امام احمد رضا اور علم الکلام
- امام احمد رضا کی فقہی بصیرت پر ایک مختصر اور جامع تأثر
- امام احمد رضا کا جشن صد سالہ اور ہماری ذمہ داریاں
- حضور مفتی اعظم ہند کی فقہی بصیرت [فتاوی مصطفویہ کے آئینے میں]
- حضور صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ ایک ہمہ گیر شخصیت
- تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں علیہ الرحمہ حیات و خدمات
- حضرت سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ حیات و خدمات
- محدث اعظم ہند کے علمی و فکری کارنامے
- حضور ملک العلماء اور علوم جدیدہ
- کشف الاستار سے متعلق ایک مختصر جامع تأثر [کشف الاستار یہ شرح معانی الآثار پر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا حاشیہ ہے۔]

فتویٰ نویسی: دیار ہند کے مدارس اسلامیہ میں پڑھائے جانے والے علوم و فنون مثلاً فقہ، اصول فقہ، تفسیر، حدیث، نحو، صرف، معانی، بلاغت وغیرہ میں آپ کو خاصی مہارت حاصل تھی، لیکن فقہ و اصول فقہ اور فتویٰ نویسی سے عاشقانہ دلچسپی تھی، اسی وجہ سے ارباب علم و دانش اور اصحاب فکر و نظر کے مابین آپ ایک مایہ ناز فقیہ کی حیثیت سے متعارف تھے، شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی۔ آپ کے قلم فیض رقم سے ہزاروں فتوے وجود میں آئے، عرصۂ دراز تک جامعہ امجدیہ کے دار الافتا کے آپ مسند نشیں رہے، "ماہنامہ جام نور" میں "شرعی عدالت" کے کالم میں آپ کے کثیر علمی و تحقیقی فتاوے شائع ہوتے رہے، ایک نکتہ رس، بالغ نظر متبحر محقق و فقیہ کے فتاوے کو جن اوصاف و کمالات سے متصف ہونا چاہیے، مثلاً قرآن حکیم، احادیث طیبہ، اور اجماع امت سے استدلال، فقہی جزئیات

سے استناد، متعارض دلائل میں تطبیق و توفیق، مختلف اقوال میں ترجیح، حالات زمانہ کی رعایت، ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید کی تعیین، نو پید مسائل و حوادث کے احکام کا استنباط، احکام شرعیہ کے رموز و حکم کی وضاحت، اصلاح و موعظت، مسکت اور الزامی جوابات، سائل کی زبان کی رعایت۔ وغیرہا مفتی صاحب قبلہ کے قلم فیض رقم سے صادر ہو نے والے فتاوے ان خوبیوں سے خوب مالا مال ہیں۔

علمی مذاکروں میں شرکت

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور: مفتی صاحب قبلہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ایک اہم رکن تھے، جامعہ اور بیرون جامعہ منعقد ہونے والے یہاں کے تقریباً تمام سیمیناروں میں آپ کی شرکت رہی، صف اول کے باحثین و محققین میں آپ کا شمار ہوتا، جب آپ آپنی رائے پیش فرماتے تو مندوبین ارباب فقہ وافتا ہمہ تن گوش ہو کر سماعت فرماتے، بڑی قدر کی نگاہ سے آپ کا موقف دیکھا جاتا، سوال نامہ کی ترتیب، خلاصۂ مقالات کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی جاتی، درج ذیل چار موضوعات کے سوال نامے آپ نے مرتب فرمائے:

تالاب اور باغات کے ٹھیکے کا مسئلہ۔ دیہات میں جمعہ۔ آنکھ اور کان میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے یا نہیں؟۔ مسئلہ کفاءت عصر حاضر کے تناظر میں۔

اور درج ذیل موضوعات سے متعلق بڑے ہی وقیع، علمی، دلائل و شواہد سے مشحون بسیط مقالے تحریر فرمائے:

الکحل آمیز دواؤں اور رنگین چیزوں کا استعمال۔ جان و مال کا بیمہ اور ان کی شرعی حیثیت۔ مشترکہ سرمایہ کمپنی کا نظام اور اس کی شرعی حیثیت۔ دوامی اجارہ۔ چیک کی خرید و فروخت۔ اسباب ستہ و عموم بلویٰ کی تنقیح۔ اعضا کی پیوند کاری۔ تالاب اور باغات کے ٹھیکے کا مسئلہ۔ دیہات میں جمعہ وظہر۔ مسعیٰ اور مسجد حرام کی چھت سے سعی وطواف۔ بیمہ وغیرہ میں ورثہ کی نام زدگی کی شرعی حیثیت۔ فقدان زوج کی مختلف صورتوں کے احکام۔ فسخ نکاح بوجہ تعسر نفقہ۔ فلیٹوں کی خرید و فروخت کے جدید طریقے اور ان کے احکام۔ مصنوعی سیارہ سے رویت ہلال کا حکم۔ قضاۃ اور ان کے حدود ولایت۔ مسائل حج۔ دنیا کی حکومتیں اور ان کی شرعی حیثیت۔ آنکھ اور کان میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے یا نہیں؟ تقلید غیر کب جائز اور کب ناجائز؟۔ بیت المال و مسلم کالج و اسکول کے نام پر تحصیل زکات۔ کریڈٹ کارڈ کا حکم۔ تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم۔ طبیب کے لیے اسلام اور تقویٰ کی شرط۔ مساجد میں مدارس کا قیام۔ نیٹ ورک مارکیٹنگ کی شرعی حیثیت۔ میوچول فنڈ کے ذریعہ کمپنیوں میں کاروبار۔ پرافٹ پلس کا حکم۔ طویل المیعاد قرض پر زکات کا حکم۔ جدید مسعیٰ میں سعی کا حکم۔ مساجد کی آمدنی سے اے سی وغیرہ کے اخراجات کا انتظام۔ مجوزہ فلیٹوں کی سلسلہ وار بیع۔ طویلے کے جانوروں اور دودھ پر زکات۔ اینی میشن کا شرعی حکم۔ برقی کتابوں کی خرید و فروخت۔ زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال۔ بینکوں کی ملازمت شریعت کی روشنی میں۔ فلیٹوں کی زکات۔ انٹرنیٹ کے مواد و مشمولات کا شرعی حکم۔ چلتی ٹرین پر فرض اور واجب نمازوں کا شرعی حکم۔ جینیٹک ٹیسٹ شرعی نقطۂ نگاہ سے۔

مجمع الفقہ الاسلامی دہلی: اہل سنت و جماعت کے نمائندہ کے طور پر آپ نے اس کے کل تین سیمیناروں میں شرکت فرمائی، ضرورت و حاجت کی توضیح و تنقیح۔ اسلام کا نظریہ عشر و خراج اور اراضی ہند و پاک کی شرعی حیثیت۔ مشینی ذبیحہ کا شرعی حکم۔ نکاح بالشرط کا حکم۔ عرف و عادت کی اہمیت اور ان کے معتبر ہونے کے اصول و شرائط۔ ان موضوعات پر آپ نے علمی تحقیقی بسیط مقالے بھی تحریر فرمائے جن کی اشاعت مجلہ فقہ اسلامی میں ہو چکی ہے۔ ان سمیناروں میں آپ کی شرکت کتنی اہمیت کی حامل ہوتی وہ مفتی صاحب کی زبانی ہی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

جمع شدہ مقالوں کی ایک خاص محور و مرکز کی تعریف و تحقیق پر تلخیص اور اپنی تحقیقی رائے کے اظہار کی مجھ سے فرمائش کی گئی تھی، مقالوں کی تلخیص اور میری رائے کو شرکائے سیمینار نے بہت پسند کیا اور میری رائے جو اکثر لوگوں کی رائے سے مختلف تھی کی تائید کی، خصوصًا دمشق سے آئے عالم و فقیہ علامہ وھبہ زحیلی حنفی، مصنف الفقہ الاسلامی

وادلتہ نے میری رائے کی بھر پور تائید کی اور ملاقات کے دوران عربی زبان میں تحسین و تبریک کے کلمات کہے ، یہ سنی عالم دین ہیں ،فقہ اور اصول فقہ میں گہری نظر رکھتے ہیں ،ان تینوں سیمناروں میں زیر بحث مسائل کے آخری حل کے لیے اہم اور بالغ نظر مندوبین کی جو خصوصی ٹیم بنائی گئی اس میں مجھے بھی ضرور شامل رکھا۔[اسباب ستہ،ص:۱۴۳]

شرعی کونسل بریلی شریف: اس کے پہلے سمینار میں درج ذیل تین اہم موضوعات زیر بحث تھے:

چلتی ٹرین پر نماز کا حکم۔ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، تراویح میں اجرت۔

ان تینوں موضوعات پر مفتی صاحب قبلہ نے بڑے ہی وقیع، علمی دلائل و شواہد سے پر طویل مقالے تحریر فرمائے ، یہ سیمینار تاج شریعت حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کی زیر نگرانی منعقد ہوا تھا، مفتی صاحب اس میں اہم مندوب و مہمان کی حیثیت سے شامل تھے۔

امام احمد رضا نیشنل سیمینار اتر دیناج پور: جشن صد سالہ کے صدر رشک موقع پر امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اتر دیناج پور بالخصوص چکلیہ، گوال پوکھر اور کرندیگھی ان تینوں بلاک کے علمائے اہل سنت نے ۳۰/دسمبر ۲۰۱۸ میں ایک بڑے پیمانے پر سیمینار کا انعقاد کیا تھا، اس میں ملک بھر سے کثیر تعداد میں ارباب علم و دانش اور اصحاب قرطاس و قلم نے شرکت فرمائی تھی، مفتی صاحب قبلہ کا علم کلام اور امام احمد رضا کے عنوان پر تقریباً نصف گھنٹہ دلائل و براہین سے مشحون چشم کشا خطاب بھی ہوا تھا۔ سیمینار چوں کہ ایک کوردہ گاؤں میں منعقد ہوا تھا، اس لیے مفتی صاحب قبلہ کو بھی ابتداً یہ تشویش لاحق تھی کہ پروگرام کامیابی کی منزل تک پہنچ پائے گا یا نہیں، مگر جب اس کی حیرت انگیز کامیابی چشم سر سے ملاحظہ فرمائی تو علمائے اہل سنت اتر دیناج پور کے لیے دل سے دعائیں نکلیں، بعد میں فقیر راقم الحروف کو فون کر کے مفتی صاحب قبلہ نے پوری ٹیم کے لیے جو تشجیعی کلمات ارشاد فرمائے یقیناً آج بھی اس کی وجہ سے عزم و حوصلہ میں شباب آجاتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ آج بھی مفتی صاحب قبلہ کی پشت پناہی مل رہی ہے۔

ان کے علاوہ درج ذیل سیمیناروں میں بھی آپ نے شرکت فرمائی۔

سون بھدر سیمینار: قضا اور متعلقات قضا سے متعلق دار العلوم قادریہ نوریہ، دودھی سون بھدر میں نصیرت ملت حضرت علامہ نصیر الدین عزیزی دام ظلہ کی زیر سرپرستی ایک سیمینار کا انعقاد ہوا، جس میں آپ نے طویل مقالہ پیش فرمایا۔

اصلاح معاشرہ سیمینار: الجامعہ الاسلامیہ، سکٹھی مبارک پور اعظم گڑھ میں اصلاح معاشرہ کے عنوان سے سیمینار کا انعقاد ہوا تھا، اس میں آپ کے مقالے کا عنوان تھا اصلاح معاشرہ کے چند بنیادی اصول۔

تذکرۂ اسلاف سیمینار: ادارہ افکار حق کی جانب سے یہ سیمینار منعقد ہوا تھا، محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی علمی و فکری کارناموں سے متعلق ایک مبسوط مقالہ آپ نے تحریر فرمایا تھا جسے مندوبین علما و فقہا اور اہالیان قرطاس و قلم نے خوب سراہا۔

تاج الفحول سیمینار: ہندوستان کی عظیم خانقاہ خانقاہ قادریہ بدایوں کے زیر اہتمام تاج الفحول، محب الرسول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات سے متعلق ایک عظیم الشان سیمینار کا انعقاد ہوا تھا، جس کے سرکردہ مندوبین میں مفتی صاحب قبلہ کا اسم گرامی بھی شامل تھا، اس میں آپ کے مقالے کا عنوان تھا تاج الفحول کی زندگی کے چند گوشے۔

وصال: مسلسل کئی ماہ سخت علیل رہے ، پھر ۶ جمادیٰ الآخرہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۰/ جنوری ۲۰۲۲ء دو شنبہ کی شب میں رات ساڑھے بارہ بجے داعی اجل کو لبیک کہے۔

جنازہ: آپ کی نماز جنازہ ۱۱/جنوری ۲۰۲۲ء کو آبائی گاؤں ،شہجنہ ، بارسوئی، کٹیہار میں ادا کی گئی، نماز جنازہ آپ کے استاذ گرامی فقیہ النفس ، مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب دام ظلہ نے پڑھائی۔

❁❁❁

ملک العلما: سیمانچل میں

مفتی محمد شہروز کٹیہاری: موہنا، چوکی، کدوا کٹیہار، بہار

بحر العلوم کی مرکزیت:

کٹیہار میں ملک العلما کی آمد ہوتے ہی بحر العلوم کو علما اور طلبہ دونوں کے لیے مرکزیت حاصل ہوگئی۔ سیمانچلی علما وطلبہ کے لیے ملک العلما نعمت غیر مترقبہ تو تھے ہی، باہری علما وطلبہ کٹیہار کا رخ کرنے لگے۔ بحر العلوم میں غیر سیمانچلی علما وطلبہ جنھوں نے ملک العلما سے کسب فیض کیا ہو، صحیح تعداد تو نہیں معلوم، مگر جن چند کا ذکر ملا، یہاں درج کیا جاتا ہے۔

علامہ حافظ عبد الروف بلیاوی قدس سرہ:

حضور حافظ ملت عزیز الاولیا حضرت علامہ الشاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے دست راست تھے علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی قدس سرہ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے شیخ المعقولات اور نائب شیخ الحدیث تھے۔ ضلع بلیا، یوپی ان کا آبائی مسکن تھا۔ والد ماجد جناب محمد اسلام صاحب کلکتہ میں ریلوے ملازم تھے۔ کلکتہ سے حفظ قرآن کے بعد امروہہ اور احسن المدارس کانپور ہوتے ہوئے جامعہ اشرفیہ مبارک پور پہنچے اور حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں دستار فضیلت حاصل کی، کچھ دنوں بریلی شریف اور کان پور میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مستقل طور سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ہو کر رہ گئے۔ فتاویٰ رضویہ کی ترتیب واشاعت میں آپ کا نمایاں کردار ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تدریس کے زمانے میں کچھ مہینہ چھٹی لے کر ملک العلما سے علم ہیئت وتوقیت کے مشکل اسباق کی عقدہ کشائی کی۔ یہاں تک تو ملک العلما کے سبھی سوانح نگار متفق ہیں۔ مگر شہزادۂ ملک العلما ڈاکٹر مختار الدین آرزو کے مطابق یہ تعلیم پٹنہ کے ظفر منزل [ملک العلما کا گھر] میں حاصل کی تھی۔ جب کہ ملک العلما کے تلمیذ رشید حضرت مولانا شہاب الدین صاحب اشرفی بارسوئی، کٹیہاری قدس سرہ لکھتے ہیں کہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی نائب شیخ الحدیث کی آمد بحر العلوم کٹیہار میں ہوئی تھی۔ تین ماہ کی رخصت لے کر آئے تھے، مگر ملک العلما نے چند ہفتوں میں انہیں علم توقیت سکھا دیا [دیکھیے جہان ملک العلما ص:۴۵۲] جامعہ اشرفیہ مبارک کے سابق استاذ اور ملک العلما پر سب سے بڑے لکھاری حضرت علامہ مفتی، محقق محمد ارشاد احمد ساحل سہسرامی مصباحی لکھتے ہیں:

"جب ملک العلما مدرسہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار میں درس دے رہے تھے، اس وقت آپ [عبد الرؤف بلیاوی] نے اس فن کو سیکھنے کے لیے کٹیہار کا سفر کیا اور چھ مہینہ رہ کر اس فن میں مہارت حاصل کی۔" [جہان ص:۱۰۴۳]

ملک العلما کے باحیات تلامذہ میں علامہ عبد العلیم علمی مالک علمی کتب خانہ کشن گنج اور مولانا عبد القادر رشیدی سابق پرنسپل مدرسہ شمسیہ سہی پور، کٹیہار بہار ساکن چندر گاؤں نے بھی اپنا چشم دید واقعہ بتایا۔

مولانا عبد القادر کے مطابق حافظ عبد الرؤف بلیاوی قدس سرہ کو ملک العلما بعد عصر تا مغرب کا وقت دیتے تھے جو ان کی چائے نوشی کا وقت تھا۔ کٹیہار میں علامہ عبد الرؤف بلیاوی قدس سرہ کی مدت قیام میں اختلاف ضرور ہے۔ مگر قیام و تعلم ثابت ہے۔ ممکن ہے پٹنہ

ظفر منزل میں بھی رہ کر کچھ اسباق پڑھے ہوں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب گیاوی قدس سرہ:

گیا، بہار کے حضرت مولانا یعقوب صاحب ایک خطیب تھے اور کسی مدرسے میں مدرس تھے۔ بحرالعلوم کٹیہار میں رہ کر ملک العلما سے تفسیر کے کچھ اسباق پڑھے۔[بروایت مولانا عبدالعلیم علمی وعبدالقادری رشیدی]

علامہ مصطفیٰ رضا عرف شبنم کمالی قدس سرہ:

پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار کی مشہور شخصیت علامہ شبنم کمالی [ولادت ۱۹۳۸ء] سے کون واقف نہیں۔ نعت گوئی میں بہار کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ آپ ملک العلما کی بارگاہ میں پندرہ دن کے لیے بحرالعلوم کٹیہار تشریف لائے اور علوم عقلیہ کے کچھ اسباق پڑھ کر واپس ہو گئے۔[بروایت مولانا عبدالعلیم علمی]

غیر سیمانچلی طلبہ:

مولانا فیض الرحمٰن اشرفی:

مدھوبنی ضلع، سبقی تھانہ، موضع بلہا کے باشندہ تھے، مولانا محمد فیض الرحمٰن اشرفی قدس سرہ، والد گرامی حضرت مولانا اشرف الدین قدس سرہ تھے۔ دادا شیخ کفایت حسین ایک فارسی داں شخص تھے۔ گھریلو تعلیم کے بعد مدرسہ انوارالعلوم کمّاں سیتامڑھی میں داخل ہوئے، یہ ان کے والد کا مدرسہ تھا۔ شرح وقایہ تک کی تعلیم کے بعد ۱۹۵۴ء میں مدرسہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں ملک العلما کی خدمت میں آ گئے، خواجہ علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی قدس سرہ کے ہم سبق تھے۔ دوسال یہاں رہے پھر جامعہ نعیمیہ مرادآباد اور مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف پہنچ گئے۔ مگر ملک العلما کی چاہت نے انہیں ۱۹۵۷ء میں دوبارہ مدرسہ لطیفیہ بحرالعلوم پہنچا دیا۔ ۷/شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ ۲/مارچ ۱۹۵۸ء کو بحرالعلوم ہی میں دستار فضیلت پائی اور مدرسہ اشرفیہ اظہارالعلوم ماںجھی پور میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس مدرسے کے بانی شیخ المعقولات علامہ سلیمان اشرفی ہیں۔

[جہاں ملک العلما، ص:۱۰۷۷]

مولانا ولی الرحمٰن صاحب:

موضع کماں، ضلع سیتامڑھی کے رہنے والے تھے، مولانا ولی الرحمٰن صاحب۔ ۱۹۵۸ء میں بحرالعلوم کٹیہار سے فارغ ہونے والوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت ملک العلما کے معتمد طلبہ میں سے تھے۔ پاکیزہ کردار وعمل کے مالک تھے۔ اپنے گاؤں کماں کے مدرسہ انوارالعلوم میں خدمت دین انجام دے رہے تھے۔[جہان ملک العلما، ص:۱۰۷۸]

مولانا لطیف الرحمٰن صاحب:

یہ بھی مولانا فیض الرحمٰن بلیاوی کے ساتھیوں میں تھے مظفر پور سے تعلق رکھتے تھے اور بحرالعلوم کٹیہار میں زیر تعلیم تھے۔ یہیں سے فراغت بھی حاصل کی۔ عمدہ صلاحیت کے مالک تھے۔ در گاپور کے کسی مدرسے میں تدریس کے فرائض نبھا رہے تھے، [جہان ملک العلما، ص:۱۰۷۸] ان کے علاوہ ایک نام مولانا محبوب عالم مونگیری کا بھی ہے مگر تفصیل دستیاب نہیں۔

بحرالعلوم میں مشائخ طریقت:

ملک العلما کی بحرالعلوم میں تشریف آوری کے بعد ہی علما و مشائخ کے لیے مدرسہ بحرالعلوم مرکز توجہ بن گیا۔ سیمانچل کے اجلاس میں تشریف لانے والے علمائے کرام کا ریلوے اسٹیشن عموماً کٹیہار ہی پڑتا، آتے یا جاتے وقت ملک العلما سے ملاقات کرنے ضرور آتے۔ ملک العلما کی دس سالہ زندگی میں کتنے علما و مشائخ آئے ہوں گے اس کا شمار اس وقت ممکن نہیں۔ چند مشائخ جن کا ذکر تحریری یا زبانی دستیاب ہوا مختصر تعارف کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

سید شاہ محمد کچھوچھوی [محدث اعظم ہند] قدس سرہ:

جائس، ضلع رائے بریلی، یوپی، آپ کا مولد ومسکن ہے۔ یہیں آپ کی پیدائش ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء میں ہوئی۔ حکیم سید شاہ نذیر اشرف قدس سرہ آپ کے والد تھے۔ والد ماجد کے علاوہ علامہ عبدالباری فرنگی

محلی، مولانالطف اللہ علی گڑھی، مولانا محمد عبدالمقتدر بدایونی، مولاناوصی احمد محدث سورتی اورامام احمد رضافاضل بریلوی جیسی شخصیات آپ کے اساتذہ ہیں۔ بیعت اعلیٰ حضرت اشرفی میاں سید شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔ خلافت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے پائی۔۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں وصال ہوگیا۔

محدث اعظم ہند آپ کا پیارالقب ہے۔ خطابت کی دنیامیں آپ کی حکمرانی تھی، سیمانچل میں آپ کی آمد جب بھی ہوتی آپ بحرالعلوم کٹیہار ضرور تشریف لاتے، آپ جب بھی مدرسہ بحرالعلوم کٹیہار میں تشریف لاتے۔ ملک العلماکے دروازے پر جاکراپنے مخصوص بے تکلفانہ انداز میں بلندآواز میں ملک العلماکوسلام عرض کرتے۔ دونوں کے آپس میں گہرے مراسم تھے۔ ہرایک دوسرے کا بے حداحترام کرتے۔

شیربیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خان قدس سرہ:

اہل سنت کاایک تاب ناک چہرہ شیربیشہ اہل سنت کا ہے۔ وطناً لکھنوی ہیں، پیلی بھیتی سے مشہور ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے شاگرد وخلیفہ ہیں۔۱۳۴۰ء میں منظراسلام سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضاقدس سرہ کے عرس چہلم کے موقعہ پرآپ کی دستار بندی ہوئی۔ محدث بہار حضرت علامہ احسان علی مظفرپوری، سابق استاذ منظراسلام آپ کے رفیق درس تھے۔ سیدناامام احمدرضا قدس سرہ کامشہور فتویٰ حسام الحرمین کی تائید میں الصوارم الہندیہ، ایک کتاب شائع کی جودرحقیقت ڈھائی سوسے زائد علمائے سندھ کی تصدیقات کامجموعہ ہے۔۱۹۸۰ء میں ان کاوصال ہوگیا۔

مدرسہ بحرالعلوم کٹیہار میں شیربیشۂ اہل سنت کی آمد کئی بار ہوئی۔ ایک بارایساہواکہ شیربیشہ اہل سنت کی کٹیہار سے واپس جانے والی ٹرین چھوٹ گئی۔ حضرت مدرسہ بحرالعلوم میں تشریف فرماہوئے۔ ٹرین اب دوسرے دن ہی مل سکتی تھی۔ اس لیے شب گزاری مدرسہ بحرالعلوم ہی میں ہوئی۔ ملک العلمااس مدرسہ سے کہیں باہر تھے۔ مولانامحمد یوسف عظیم آبادی مدرس مدرسہ بحرالعلوم کاقیام ملک العلماہی کے حجرے میں ہوتاتھا۔ مولانامحمد یوسف صاحب نے ملک العلماکی سیٹ پر شیربیشۂ اہل سنت کوبٹھایا، بعد مغرب علماوطلبہ کی حجرے میں بھیڑتھی۔ سب شیربیشۂ اہل سنت کی طرف ہمہ تن بگوش تھے۔ شیربیشۂ اہل سنت کوجب پتہ چلاکہ یہ تخت جس پروہ تشریف فرماہیں ملک العلماہی کا ہے۔ چھلانگ نماانداز میں اس سے کودکرنیچے آگئے اور تخت کوبوسہ دے کر مولانامحمد یوسف صاحب کے تخت پر بیٹھ گئے۔ مولانامحمد مشتاق احمد مظفرپوری کی گزارش پر عملہ ٹولہ کی مسجد میں خطاب بھی فرمایا، صبح کی ٹرین سے واپس گئے۔ [بروایت مولانا عبدالقادر رشیدی]

مفسر قرآن علامہ ابراہیم رضاخاں قدس سرہ[جیلانی میاں]:

امام احمد رضاقدس سرہ کے پوتے ہیں، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضاخاں کے بیٹے ہیں، اور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضاخاں ازہری میاں کے والدبزرگ وار ہیں۔۱۳۲۵ھ میں پیدائش ہوئی۔ منظراسلام بریلی شریف کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ والدماجدکے وصال کے بعد تاعمر مدرسہ منظراسلام کے مہتمم رہے۔۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء میں آپ کاوصال ہوا۔

۱۹۵۸ء میں بحرالعلوم کٹیہار میں جلسۂ دستارفضیلت تھی۔ اس میں آپ کی شرکت ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی سیمانچل میں جب بھی تشریف لاتے موقع نکال کرکٹیہار بحرالعلوم میں ضرور تشریف لاتے۔ ایک بار ملک العلمامصلائے امامت پر تشریف فرما، جماعت کے منتظر تھے۔ اچانک جیلانی میاں کی آمد ہوگئی۔ ملک العلماضعف ونقاہت کے باوجود کھڑے ہوناچاہیے تھے۔ ادھر جیلانی میاں کوبھی احساس ہواکہ ملک العلمامیرے لیے کھڑاہوناچاہتے ہیں، فوراًمصلائے اقتدا پر بیٹھ گئے۔ بعد میں ملک العلماسے کسی نے پوچھاکہ آپ توبڑے ہیں پھرکیوں کھڑے ہورہے تھے۔ فرمایاکہ اس درکاکتابھی آجائے تومجھے احترام کرناچاہیے۔ [بروایت عبدالقادر رشیدی]

علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہ:

پھول پور، ضلع الہ آباد سے تعلق رکھنے والی عظیم شخصیت ہیں، علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہ۔ مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن قدس سرہ کے زیر سایہ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں تعلیم حاصل کی۔ مجاہد ملت سے شرف بیعت بھی حاصل کیا۔ مختلف مدارس میں تدریسی خدمات کے بعد الہ آباد میں وقت کی مشہور درس گاہ دارالعلوم غریب نواز قائم فرمایا۔ "خون کے آنسو" آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔ تبلیغ آپ کا مشہور ترین مشغلہ تھا۔ سیمانچل کے دورے پر آتے تو ملک العلما کی زیارت کو بحر العلوم آنے کا موقع ضرور نکالتے۔

صوفی شاہ محمد تیغ علی مظفر پوری قدس سرہ:

مظفر پور کے گوریاہ قصبے میں ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تک پہنچتا ہے۔ کلکتہ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا شاہ سمیع احمد مونگیری قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ مجددیہ آبادانیہ میں بیعت حاصل کی۔ حضرت شاہ مولا علی لال گنجوی نے خلافت عطا فرمائی۔ قصبہ سرکانہی میں خانقاہ قائم فرمایا، بہار و بنگال آپ کے فیض سے خوب سیراب ہوئے۔ تبلیغی دورے پر پورنیہ تشریف لاتے تو بحر العلوم کٹیہار بھی تشریف لاتے۔ ۱۳۷۸ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔ سرکانہی شریف میں آپ کا مزار پاک ہے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قدس سرہ:

مدرسہ بحر العلوم کٹیہار کے جلسۂ دستار بندی میں مقرر خصوصی کی حیثیت سے تشریف لاتے تھے۔ آگرہ میں ان کا ایک عظیم الشان ادارہ چل رہا تھا، مفتی آگرہ سے مشہور تھے۔ سیرت نبوی پر جادو بیانی کے لوگ فریفتہ تھے۔ بحر العلوم میں بھی اسی موضوع پر خطاب فرمایا تھا۔ غالباً بعد میں پاکستان چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ [روایت مولانا عبدالعلیم علمی]

مدرسہ بحر العلوم کا مطبخ:

مدرسہ میں مطبخ کا نظم نہیں تھا۔ ایڈوکیٹ حضرات اپنے اپنے موکلین کے لیے باورچی رکھ کر کھانا پکواتے اور اپنے تمام موکلین کو دونوں ٹائم بامعاوضہ کھانا کھلاتے۔ مدرسہ کے ذمہ داران نے چار وکلا سے بات کی۔ ساڑھے تیرہ روپے ماہانہ معاوضہ فی طالب علم بات طے ہوئی۔ چار الگ الگ جگہوں پر کھانے کا نظم کیا گیا۔ چوں کہ دراصل وکلا اپنے موکلین کے لیے کھانا بالعوض بناتے تھے، اس لیے کھانا بہت ہی عمدہ ہوتا تھا، جو بڑے بڑے رئیسوں کے گھر بھی کم ہوتا۔ دوپہر کو خصی کے گوشت کے ساتھ چاول لازمی تھا۔ شام کو چاول اور روٹی میں اختیار دیا جاتا۔ شام کو مچھلی یا دو انڈے ملتے اور موسم کے لحاظ سے ایک سبزی اور سلاد کا انتظام ہوتا۔ جس دن دوپہر یا شام کو مچھلی، گوشت اور انڈا نہ ہوتا عمدہ دال ہوتی، گاڑھی اور فرائی شدہ ہونے کی وجہ سے بہت لذیذ ہوتی۔ کھانے کی مقدار میں بھی کوئی قید نہیں تھی۔ [روایت مولانا عبدالعلیم علمی]

مدرسہ کا نظام الاوقات:

درس گاہ صبح دس بجے سے شروع ہوتی تھی۔ طلبہ دس بجے سے پہلے ہی نہا دھو کر ضروریات سے فارغ ہو جاتے۔ ملک العلما ٹھیک دس بجے درس گاہ میں حاضر ہو جاتے، سوا ایک بجے چھٹی کی گھنٹی بجتی، بعدہ ظہر کی اذان ہوتی۔

ظہر کی نماز کے بعد سب کھانا کھانے چلے جاتے۔ وہاں پہلے سے ہی دسترخوان سجا ملتا۔ مہمانوں کی طرح کھانا کھا کر واپس آتے۔ دو بجے پھر تعلیم کی گھنٹی بجتی اور چار بجے تک تعلیم جاری رہتی، بعد عصر طلبہ کو گھومنے پھرنے کی مکمل آزادی تھی۔ مگر مغرب کی نماز باجماعت مدرسے میں پڑھنا لازمی تھا، مغرب و فجر کی نماز کے بعد باضابطہ طلبہ کی حاضری لگتی۔ ایک دوبار بلا عذر غیر حاضری پر تنبیہًا کھانا بند ہو جاتا، ترک صلوٰۃ پر اصرار کرنے والوں کا خارجہ ہو جاتا۔ نماز کی امامت خود ملک العلما فرماتے۔ دو وقت تعلیم ہونے پر طلبہ نے احتجاج بھی کیا کہ درس گاہ صبح دس بجے کے بجائے آٹھ بجے سے کر دی جائے اور ظہر کے بعد کے وقت کو آزاد کر دیا جائے۔ مگر ملک العلما نے

ایک نہ سنی۔ضعف ونقاہت کی وجہ سے ملک العلما کو سر پر تیل مالش کی ضرورت پیش آتی۔اس کام کے لیے طلبہ کی باری لگی ہوتی تھی۔
[روایت مولاناعبدالعلیم علمی]

سیمانچلی تلامذہ:

قدیم پورنیہ [جدید کٹیہار،پورنیہ،کشن گنج،اررریہ]سیمانچل کہلاتا ہے اوراگر سرجاپوری زبان کے اعتبار سے دیکھاجائے تو اتر دیناج پور کا اسلام پور بھی سیمانچل میں آجاتا ہے۔یہاں علما وفضلاکی شکل میں ملک العلما کافیض کسی پیمانے سے ناپاجاسکتا ہے نہ کسی آلہ سے اس کی مقدار متعیّن کی جاسکتی ہے،بس یوں کہیے کہ تب سے اب تک ابرباراں کی طرح برس رہاہے اوراب تو موسلادھار بن چکاہے۔جس طرح ایک دانے سے سات بالیاں اور ہر ہربالی میں سوسودانے ہوتے ہیں۔پھر یہ سلسلہ کوینٹل اور ٹن تک پہنچ جاتاہے۔انہی اصولوں پرایک ملک العلما کے اس وقت سوشاگرد سیمانچل کے نکلے ہوں گے توآج ان کی تعداد بالواسطہ ہزاروں تک پہنچ گئی ہوگی۔ جن تلامذہ کی مستند حوالوں سے دریافت ہوئی ہے،ان کا مختصر تعارف پیش کیاجاتاہے۔

خواجہ علم وفن خواجہ مظفرحسین رضوی قدس سرہ۔

حضرت خواجہ مظفرحسین رضوی خواجۂ علم وفن ہیں۔علامہ ظفرالدین بہاری کے علوم عقلیہ کے وارث ہیں۔۱۹۳۴ء میں سنگھیا ٹھاٹھول میں اپنی آنکھیں کھولیں ابجد خوانی گھر پر ہوئی۔شرح جامی تک مدرسہ اسٹریٹ پورنیہ معروف بہ اساقت رحمت میں پڑھے۔ان کے والدگرامی حضرت مولانازین الدین قدس سرہ یہاں مدرس تھے۔ مدرسہ کے بانی حضرت مولاناشاہ حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ[خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور]ہیں۔ملک العلماکی مدرسہ بحرالعلوم کٹیہار میں آمد ہوئی توخواجہ صاحب بحرالعلوم میں داخل ہوگئے،اصول الشاشی، مشکوٰۃ المصابیح،صحیح البھاری،طحاوی شریف وغیرہ کتابیں ملک العلما سے پڑھیں۔علامہ سلیمان اشرفی بھاگل پورودیگراساتذہ سے بھی کسب فیض کیا۔پانچ سال تک بحرالعلوم میں رہ کر۱۹۵۵ء میں مدرسہ مظہراسلام بریلی شریف پہنچے،علامہ ثناءاللہ محدث مئو،حضرت علامہ معین الدین خاں گھوسوی،علامہ غلام جیلانی گھوسوی،شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی سے کتب متداولہ پڑھے،۱۹۵۶ء میں سرپر دستار فضیلت سجائی گئی۔تاج داراہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت،مفتی اعظم ہند،علامہ مصطفیٰ رضاخاں قدس سرہ نے سند حدیث کے ساتھ بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔فراغت کے بعد ہی پانچ سال تک،مدرسہ مظہراسلام کے مدرس رہے۔دارالعلوم مصطفائیہ چمنی بازار،پورنیہ ،جامعہ منظراسلام بریلی شریف،جامعہ عربیہ سلطان پور،دارالعلوم فیضیہ ایشی پور،بھاگل پور،جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ۔دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف،دارالعلوم غریب نوازالہ آباد،مدرسہ قادریہ بدایوں جیسے معتبراداروں میں خدمات انجام دینے کے بعددارالعلوم نورحق محمدپور میں تقریباًدودہائی سے خدمات انجام دیتے ہوئے ۲۰/ اکتوبر ۲۰۱۳ء مطابق ۱۴/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مالک حقیقی سے جاملے۔ان کے علم وفضل کااندازہ اس سے لگایاجاسکتاہے علامہ ظفرالدین بہاری بہت سے فنون میں اعلیٰ حضرت امام احمدرضاقدس سرہ کے تنہاوارث تھے۔یوں ہی خواجۂ علم وفن ملک العلماکے متعدّدعلوم کے تنہاوارث تھے۔
[جہان ملک العلما ص:۱۰۵]

شمس العلما مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی قدس سرہ:

۲۴/جولائی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۳/ربیع الآخر ۱۳۵۴ء ،پوٹھیا، کوسیاری ضلع کشن گنج بہار میں پیداہوئے۔مدرسہ نورالاسلام،مدرسہ عارفیہ چنامنامیں تعلیم حاصل کرنے کے بعدمدرسہ بحرالعلوم کٹیہار پہنچے۔ملاحسن،نورالانوار،توضیح تلویح وغیرہ ملک العلما سے پڑھے۔فراغت منظراسلام بریلی شریف سے ہوئی۔

تدریس:

جامعہ منظراسلام،مدرسہ اسلامیہ شاہی چبوترا امروہہ،جامعہ نعیمیہ مرادآباد،جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ جیسے عظیم اداروں میں

تدریسی خدمات انجام دیے۔ دارالعلوم دیوان شاہ بھیونڈی، تھانے مہاراشٹر میں مختار کل کی حیثیت سے صدر مدرس رہے۔ ۲۰۰۲ء میں آپ کا وصال ہوگیا۔ حضور سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف اشرفی قدس سرہ سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ دو بار زیارت حرمین شریفین بھی فرمایا۔ قہر خداوندی بر فرقۂ دیوبندی، منظر آیات الباری مافی صحیح البخاری [چار جلدیں غیر مطبوعہ] کے علاوہ آپ کے فتاوے کا مجموعہ "فتاویٰ شمس العلما" [غیر مطبوعہ] آپ کی تصنیفی کاوشیں ہیں۔

آپ کے علم و فضل کا اندازہ آپ کی تصنیفات کے علاوہ آپ کے مایہ ناز تلامذہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری، سید علیم اشرف جائسی [صدر شعبۂ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد] قائد ملت سید محمود اشرف اشرفی، حضرت علامہ منان رضا منانی میاں، حضرت علامہ سبحان رضا سبحانی میاں وغیرہ آپ کے تلامذہ ہیں۔

ایک غلط فہمی:

قلم کے بادشاہ ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی نے کاملان پورنیہ [اول] میں مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی قدس سرہ کے چند تلامذہ کی ایک مختصر فہرست دی ہے۔ اس میں ساتویں نمبر پر حضرت علامہ غلام معصوم اکبر اشرفی کٹیہار استاذ دارالعلوم محمدیہ ممبئی کا نام بھی مذکور ہے۔ حضرت ہمارے سگے خالو ہیں۔ ان سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے اسے غلط قرار دیا۔

امام النحو حضرت مولانا بلال احمد نوری قدس سرہ:

مفتی بلال احمد نوری صاحب کے خاندانی افراد لوہاگڑا نزد ملک پورہاٹ سے نقل مکانی کر کے بن گاؤں میں تشریف لائے۔ والد منشی محمد عبد الغنی، دادا قدم علی، پردادا شیر علی ہیں۔ ۱۹۲۸ء میں مفتی بلال احمد نوری کی بنگائوں میں پیدا ہوئی۔ گھریلو تعلیم کے بعد مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چکلہ چندر گائوں بائسی گئے، منشی عبد المتین بتھاسوری پوری، مولانا محمد تمیز الدین یہاں کے اساتذہ تھے۔ مفتی عبد الجلیل اشرفی گوہاس والے ان کے رفیق درس تھے۔ وہاں سے بحر العلوم کٹیہار داخل ہوئے۔ ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری، شیخ معقولات علامہ سلیمان اشرفی بھاگل پوری، مولانا محمد یوسف عظیم آبادی آپ کے اساتذہ تھے۔ اصول الشاشی، صحیح البہاری، سبعہ معلقہ، قصیدہ بردہ، مقامات حریری، نورالانوار، شرح جامی، حسامی، ہدایہ آخرین، مشکوٰۃ شریف، اور تفسیر جلالین پڑھیں۔ مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف سے دستار فضیلت حاصل کی۔

مفتی محمد مجیب اشرف ناگ پوری اور خواجہ مظفر حسین رضوی رفقا میں تھے۔ فراغت کے بعد جامعہ منظر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم مصطفائیہ چمنی بازار، جامعہ عربیہ سلطان پور، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، جامعہ نوریہ بریلی شریف، دارالعلوم اہل سنت کھیاباڑی جنتاہاٹ کشن گنج، جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ، جامعہ قادریہ اشرفیہ سوناپور ممبئی کے طلبہ کی علمی پیاس بجھائی، حضور مفتی اعظم ہند سے بیعت و خلافت حاصل تھی [کاملان پورنیہ دوم] ۲۰۲۱ء میں ان کا تیسرا سالانہ عرس منایا گیا اس حساب سے ۲۰۱۸ء میں وصال ہوا ہوگا۔

حضرت مولانا خواجہ چراغ عالم لطیفی قدس سرہ:

خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور، بارسوئی میں ہے۔ بانی خانقاہ مولانا شاہ حفیظ اللہ قدس سرہ ہیں۔ مولانا چراغ عالم لطیفی قدس سرہ ان کے پوتے ہیں۔ والد مخدوم شاہ شرف الہدیٰ تھے۔ ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ لطیفیہ خانقاہ رحمٰن پور میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۳ء میں مدرسہ بحر العلوم کٹیہار میں ملک العلما کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ تقریباً تین سال رہ کر میبذی، ہدایہ اولین، دیوان حماسہ، وغیرہ کا درس لیا۔ ۱۹۵۷ء میں منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت پائی۔ سید شاہ خواجہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں خانقاہ بارگاہ عشق پاک متین گھاٹ پٹنہ سے بیعت و خلافت تھی۔ خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور کے سجادہ نشیں بھی بنے، تاعمر مدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور میں تدریسی خدمات انجام دیے۔ ۲۰۰۰ء کو آپ کا وصال ہوا۔ [جہان ملک العلما، ص:۱۰۴۶]

حضرت مولانا خواجہ شمس العالم لطیفی:

وحید عصر، تاج دار رحمٰن پور، حضرت مولانا خواجہ وحید اصغر قدس سرہ ہیں۔ان کے فرزند ہیں حضرت مولانا شاہ شمس العالم صاحب ۔ ۱۹۳۶ءمیں پیدا ہوئے ۱۹۵۵ءمیں جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں داخل ہوئے۔ملک العلماو دیگر اساتذہ بحرالعلوم سے کسب فیض کیا۔ جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف، دیوان متنبی وغیرہ کا درس لیا۔

فراغت جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے ۱۹۵۹ءمیں پائی۔ مدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور میں مدرس بنے ۔بیعت خواجہ سید شاہ شاہد حسین در گاہی میاں کے دست اقدس پر کی۔ خلافت والدماجد نے عطا کی۔ پھر خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور کے سجادہ نشیں بنے۔[جہان ملک العلما، ص:۱۰۴۷]

حضرت مولانا مفتی عین الہدیٰ شاہدی علیہ الرحمہ:

بار سوئی تحصیل کے تحت معروف فیض رساں گاؤں رحمٰن پور ہے۔ مفتی عین الہدیٰ شاہدی علیہ الرحمہ اسی موضع سے تعلق رکھتے ہیں۔ مدرسہ لطیفیہ خانقاہ رحمٰن پور سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد غالباً ۱۹۵۷ءمیں مدرسہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار پہنچے۔ فراغت ۱۹۶۰ءمنظر اسلام سے پائی۔ دارالعلوم رضویہ مقصود پور، مظفر پور بہار، دارالعلوم اہل سنت کھیاباڑی جنتاہاٹ بہادر گنج، کشن گنج بہار، جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں تدریسی خدمات انجام دیے۔ حضرت سید شاہ خواجہ شاہد حسین در گاہی میاں قدس سرہ شرف بیعت رکھتے تھے۔ حج وزیارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ایک باوقار خطیب وواعظ کی حیثیت سے بھی علاقے میں مذہبی خدمات انجام دیتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔[جہان ملک العلما، ص:۱۰۴۸]

حضرت علامہ مفتی قاضی نور پرویز صاحب رشیدی شاہدی:

بار سوئی اور سالماری کے درمیان شہجہنہ ایک مشہور موضع ہے۔ مفتی نور پرویز صاحب یہیں کے پروردہ ہیں۔۱۹۳۹ءمیں قاضی شمیر الدین مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔۱۹۵۵ءمیں ملک العلما کی بارگاہ میں بحرالعلوم کٹیہار پہنچے۔ تفسیر جلالین ، ہدایہ آخرین، مسلم الثبوت ، مقامات حریری، مسلم شریف، بخاری شریف وغیرہ کا درس ملک العلما سے لیا،۱۹۵۹ءمیں یہیں سے فراغت حاصل کی، کئی درس گاہ کو زینت بخشنے کے بعد بہار مدرسہ بورڈ سے ملحق مدرسہ سے متعلق ہوئے۔اس وقت گھر پر تشریف فرما ہیں ۔حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش قدس سرہ سجادہ نشیں خانقاہ رشیدیہ جون پور سے شرف بیعت حاصل کی۔ حضرت مولانا مفتی قاضی فضل احمد مصباحی صاحب اور حضرت مولانا قاضی فضل رسول مصباحی صاحب آپ کے قابل ذکر فرزند ہیں۔اول الذکر بنارس میں اور دوسرے مہراج گنج یوپی میں تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔[جہان ملک العلما، ص:۱۰۴۹]

حضرت علامہ مفتی محمد خلیل الرحمٰن رضوی قدس سرہ:

ضلع کٹیہار، کدوابلاک ،موضع طیب پور کی اس علمی شخصیت کو مسلم الثبوت ،مدارک التنزیل ،دیوان حماسہ وغیرہ ملک العلما سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۵۵ء میں مدرسہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں داخل ہوئے۔۱۹۶۰ء میں جامعہ منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت حاصل کی۔ ایک عرصہ تک جامعہ منظر اسلام ہی میں خدمت تدریس انجام دیے ۔بعد میں مدرسہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں استاذ ہوئے ۔پھر جامعہ بحرالعلوم کٹیہار میں صدر مدرس کے پوسٹ پر بحال ہوئے۔آپ ایک زبردست عالم دین ،تجربہ کار مفتی اور ایک اچھے حافظ و قاری تھے۔ مسئلہ لاؤڈ اسپیکر پر ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔[جہان ملک العلما، ص:۱۰۴۹]

حضرت مولانا محمد شہاب الدین لطیفی اشرفی قدس سرہ:

بھینس بندھا، کدوا، کٹیہار کا مشہور موضع ہے۔ محقق عصر حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی مدظلہ بھی کٹیہار کی مشہور شخصیت ہیں ۔ آپ جامعہ امجدیہ رضویہ کے مایہ ناز استاذ و مفتی ہیں ۔تحقیق اور تصنیفی صلاحیت میں ذروہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں ۔ مولانا شہاب الدین صاحب قدس سرہ بھینس بندھا کے باشندے اور مفتی آل

مصطفیٰ مصباحی صاحب کے والدماجد ہیں۔منشی نجابت حسین صدیقی ان کے والد تھے۔مدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور، دارالعلوم مصطفائیہ چمنی بازار، مدرسہ فیض الغربا آرا، مدرسیہ نیازیہ اسلامیہ خیرآباد جیسے مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد پہنچے۔ تفسیر مدارک کی جماعت میں تھے کہ ملک العلماکی کٹیہار میں تشریف آوری کا اشتہار دیکھا۔جامعہ نعیمیہ کے اساتذہ سے اجازت لے کرمدرسہ بحر العلوم کٹیہارآگئے۔بخاری شریف ،طحاوی شریف، مسندامام اعظم ، تفسیرمدارک ،ہدایہ اخیرین ،تصریح،مسلم الثبوت ، دیوان حماسہ وغیرہ ملک العلماکی بار گاہ میں دوسال رہ کرپڑھے۔ ملک العلماکی آپ پربڑی شفقتیں تھیں ۔شعبۂ عالیہ میں بحیثیت استاذبحرالعلوم ہی میں ان کی تقرری بھی فرمائی۔تقریباپانچ سال تک وہاں آپ مدرس رہے۔ اس طرح زمانۂ تدریس بھی جودراصل اکتساب علم کازمانہ ہوتاہے ملک العلماکی سایہ میں گزرا۔ملک العلماکے بعدوہاں سے مستعفی ہوئے تومختارالعلوم گھسکی ٹولہ ، دارالعلوم حنفیہ کھگڑا،کشن گنج میں خدمات انجام دیے۔پھرشیخ اعظم حضرت سیداظہاراشرف اشرفی قدس سرہ کے ایما پرمدرسہ اشرفیہ اظہارالعلوم سوناپور،وایابارسوئی ضلع کٹیہارمیں صدرمدرس کے عہدے پرفائزہوئے۔اوریہیں کے ہوکررہ گئے۔ یہاں تک کہ واصل بحق ہوگئے۔حضور سرکارکلاں سید مختاراشرف اشرفی قدس سرہ کے ہاتھ پربیعت فرمائی ،حضرت نے خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔[جہان ملک العلما،ص:۱۰۵۶]

مفتی ابوظفرطیب قادری رشیدی قدس سرہ:

حضرت ابوظفرمفتی طیب قادری رشیدی قدس سرہ چوپڑا بائسی کے الحاج نصیرالدین کے فرزندہیں ۔۱۳۵۷ء کوپیدائش ہوئی۔ ناظرہ خوانی پدربزرگ وارسے ، مفتی محمد حنیف مرحوم سے اورمفتی محمد ارشادحسین موضع گھاٹ پانی صدرہ سے کی۔مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چندرگاؤں ،دارالعلوم لطیفی کٹیہارسے تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہارمیں داخل ہوئے۔ ملک العلما ودیگر اساتذہ سے اصول الشاشی ،نورالانوار، مناظرہ رشیدیہ،سبعہ معلقہ،مسلم الثبوت، ہدایہ آخیرین ،شفاشریف اورتفسیرمدارک وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ چارسال یہاں رہ کرمدرسہ مظہراسلام بریلی شریف پہنچے ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں دستار فضیلت عطاکی گئی۔دارالعلوم لطیفی کٹیہار، جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار،دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہہ، بائسی، دارالعلوم معدن الخیرات گوال پوکھراتردیناج پور بنگال، دارالعلوم غریب نوازالہ آباد،جامعہ فاروقیہ بنارس،جامعہ عربیہ سلطان پور جیسے مشاہیراداروں میں فیض بانٹنے کے بعد حکومت بہار سے منظور شدہ مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چندر گاؤں چکلہ میں ملازم ہوگئے۔ بیس سال تک خدمات کے بعد ۲۰۰۰ء میں عہدصدارت سے سبک دوش ہوئے۔سید شاہ مصطفیٰ علی شہید سبزپوش گورکھپوری قدس سرہ سے بیعت رکھتے تھے۔ حضرت مولاناشاہ غلام یسین شاہدی علیمی قدس سرہ آپ کے مرشداجازت تھے۔[جہان ملک العلما،ص:۱۰۶۴]

حضرت مولانامحمد سلیمان رضوی قدس سرہ:

ملک عقیل پٹواری کے گھرموضع بلیہارپور،پوسٹ چوکی ہری پور،کدوا،کٹیہارمیں حضرت مولانامحمد سلیمان رضوی علیہ الرحمہ کی پیدائش ہوئی۔مدرسہ حمایت الاسلام سنگھیاٹھاٹھول ،ڈگروا،پورنیہ ، دارالعلوم لطیفی کٹیہارسے تعلیم حاصل کرنے کے بعدجامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہارسے فراغت حاصل کی۔ملک العلمانے بحرالعلوم کٹیہارہ میں آپ کومدرس منتخب فرمایا۔۱۹۶۴ء تک وہاں تدریس کی ذمہ داری نبھائی،۱۹۶۴ءکے بعدپورنیہ ضلع کے مشہورقصبہ ککرون اماری دہمداہاکے ایک مکتب کوعظیم ادارہ کی شکل عطاکی۔ملک العلماآپ کے مرشد طریقت اورشیخ شریعت دونوں تھے۔۲۲؍رمضان المبارک۱۴۱۹ھ میں آپ کاوصال ہوا۔آپ کے فرزندحضرت مولانامفتی محمدآفاق احمداشرفی ایک مستندعالم دین ہیں۔[جہان ملک العلما،ص:۱۰۸۴]

صوفی ملت حضرت مولانا محمد طاہر حسین رضوی قدس سرہ:

بائسی بلاک، ضلع پورنیہ کے تحت "بہتاسعدی پور" ایک مشہور گاؤں ہے۔ صوفی ملت حضرت مولانا محمد طاہر حسین کا تعلق اسی موضع سے ہے۔ گھریلو تعلیم کے بعد مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چندر گاؤں پہنچے۔ مولانا تمیز الدین قدس سرہ سے شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار میں داخل ہوئے۔ ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری قدس سرہ، شیخ المعقولات علامہ سلیمان اشرفی بھاگل پوری وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت پائی۔ بعد فراغت مالن گاؤں، جھاڑباڑی کشن گنج کے مدرسہ میں دوسال مدرس رہے۔ مدرسہ مدینۃ العلوم سنگھیادلالی، بہادر گنج ضلع کشن گنج میں تین سال، دارالعلوم فیاض المسلمین میں گیارہ سال رہے۔ حکومت بہار سے منظور شدہ دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہ بائسی میں بائیس سال تک تعلیمی خدمات دے کر ۲۰۰۳ء کو سبک دوش ہوئے۔ ۲۷/مارچ ۲۰۱۸ء کو آپ کا وصال ہوگیا۔ حضور مفتی اعظم ہند بریلی شریف سے بیعت رکھتے تھے۔ [صوفی ملت حیات و خدمات۔ از محمد تحسین رضا اشرفی]

حضرت مولانا وارث حسین صاحب قدس سرہ:

حضرت مولانا وارث حسین بھی بہتاسعدی پور، پکی ٹولہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا طاہر حسین کے رفیق درس تھے۔ جناب سراج الدین کے فرزند تھے۔ مولانا سکندر علی مرحوم اور جناب علیم الدین مرحوم ان کے سگے بھائی تھے۔ مولانا طاہر حسین بہتاسعدی پوری کے ساتھ بحرالعلوم کٹیہار میں داخل ہوئے۔ ملک العلما سے خوب اکتساب فیض کیا۔ فراغت بحرالعلوم کٹیہار سے ہی حاصل کی۔ فراغت کے بعد تدریسی خدمات اور وعظ و تقریر سے خلق خدا کی رہبری کرتے رہے۔ خوش گلوئی آپ کا خصوصی وصف تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے نعتیہ اشعار مسحور کن انداز میں پڑھتے۔ خاص کر اعلیٰ حضرت کی چار زبان میں لکھی ہوئی مشہور نعت پاک "لم یات نظیرک فی نظر" پڑھنے کا حق ادا کر دیتے۔ مگر افسوس کے زندگی نے وفا نہ کی اور جوانی ہی میں آپ کا وصال ہوگیا۔ جب ملک العلما کو ان کے وصال کی خبر پہنچی تو آپ دیدہ ہوگئے۔ بلکہ پھوٹ پڑے۔ مولانا طاہر حسین رضوی بہتاسعدی پوری کے فرزند مولانا تحسین رضا اشرفی نے مولانا وارث مرحوم کے برادرزادے ماسٹر عالم گیر ابن علیم الدین سے روایت کیا کہ مولانا وارث مرحوم کی قبر پر ملک العلما کئی بار تشریف لائے اور فاتحہ خوانی فرمائی۔ [قلمی بیاض مولانا عبد القادر رشیدی و فونی بیان مولانا تحسین رضا اشرفی]

حضرت مولانا عبداللہ و مولانا عبدالرحمٰن صاحبان قدس سرہما:

موضع اچھے پور، کنہریا ضلع پورنیہ کا ایک مشہور اور تعلیم یافتہ گائوں ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب و مولانا عبدالرحمٰن صاحب اسی اچھے پور کے رہنے والے تھے۔ دونوں سگے بھائی تھے۔ والد کا نام خواجہ غلام یسین اور دادا خواجہ معصوم علی تھے۔ ملک العلما کے اکابر تلامذہ میں دونوں کا شمار ہوتا تھا۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب:

مدرسہ بحرالعلوم کی تعلیم کے بعد غالباً آلہ آباد کے مدرسہ سبحانیہ میں پہونچے اور وہیں سے فراغت پائی۔ اپنے گائوں اچھے پور میں بہار حکومت سے منظور شدہ ادارہ اسلامیہ اچھے پور میں ملازمت کی۔ وہاں سے سبک دوشی کے بعد ۲۰۱۰ء کو واصل بحق ہوئے۔ مولانا عبدالعلیم علمی [بھوپلا، کشن گنج] کے بہ قول ملک العلما کے پاس میلاد وغیرہ کا پروگرام آتا، اگر شہر کٹیہار سے قریب کا ہوتا تو خود تشریف لے جاتے ورنہ مولانا وارث مرحوم، مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالرحمٰن وغیرہ کو بھیجتے۔ حضرت مولانا عبداللہ کی گیارہ اولاد [چھ لڑکے پانچ لڑکیاں] میں حافظ مولانا خواجہ محمد اشتیاق نعیمی مدرسہ شمسیہ سہی پور میں حکومت سے منظور شدہ مدرسے میں ملازمت پر ہیں۔ ذی علم بااخلاق ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب:

مولانا عبدالرحمٰن صاحب باذوق شاعر، باصلاحیت مدرس اور ہر

دل عزیز مقرر تھے۔ مدرسہ انوارالعلوم گانگی نزد خانقاہ، حضرت شرف الدین لطیفی قدس سرہ میں آپ نے علمی فیضان بانٹا۔ مفتی ایوب مظہر رضوی علیہ الرحمہ اور مفتی محمد طاہر حسین اشرفی گانگی نے آپ سے اسی ادارے میں کسب فیض کیا۔ وہاں سے گاؤں کے مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ اچھے پور آ گئے۔ ڈھلتی جوانی میں راہی ملک عدم ہوئے۔ [قلمی بیاض مولانا عبدالقادر رشیدی و فونی بیان مولانا خواجہ اشتیاق نعیمی]

حضرت علامہ الحاج عبدالعلیم علمی معروفہ بہ مولانا علیم الدین دم ظلہ:

ملک العلما کے مدرسہ بحرالعلوم کے شاگردوں کی اگر مربع شکل تیار کی جائے۔ تو امام علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی، شمس العلما حضرت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی، امام النحو حضرت مفتی بلال احمد رنوری کے ساتھ فاضل علوم شرقیہ مولانا عبدالعلیم علمی چوتھے گوشے پر کھڑے نظر آئیں گے۔ مولانا عبدالعلیم علمی موضع بھوپلا، علاقہ نٹواپارہ، بلاک بہادر گنج، ضلع کشن گنج بہار سے تعلق رکھتے ہیں۔ علمی لیاقت، تدریسی صلاحیت، تنظیمی استعداد، تصنیفی ذوق وشوق کا بھرپور حصہ قدرت نے عطا فرمایا ہے۔ غالباً ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ مگر تعلیمی اسناد کے اعتبار سے ۱۹۴۰ء ہے۔ گاؤں کے مختلف اساتذہ اور منشیان علاقہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چندر گاؤں چکلہ بائسی پورنیہ۔ جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم کٹیہار، مدرسہ اظہار العلوم ماجھی پور، بھاگل پور، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں علمی پیاس بجھائی۔ ۱۹۵۹ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت حاصل کی۔ رفقا میں مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی، مفتی عبدالحلیم صاحب مظفرپوری ثم ناگ پوری سرپرست دعوت اسلامی ہند] حضرت مولانا الحاج محمد مقیم الدین رضوی [موہنا، چوکی، کدوا، کٹیہار] حضرت مولانا نعیم الدین چھپرہ بہار آتے ہیں۔ اساتذہ کی تعداد دو درجن سے بھی زائد ہے چند مشہور یہ ہیں۔ شیخ المعقولات علامہ سلیمان اشرفی بھاگلپوری، شیخ الادب علامہ غلام جیلانی گھوسوی، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، حبیب الٰہی حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی، بحرالعلوم مفتی افضل حسین مونگیری ثم پاکستانی، محدث بہار علامہ احسان علی مظفرپوری، مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں [جیلانی میاں]

ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری قدس سرہ سے مشکوٰۃ شریف، سبعہ معلقہ، قصیدہ بردہ شریف وغیرہ پڑھے۔ مولانا عبدالعلیم علمی صاحب اپنے شیخ شریعت ملک العلما اور مرشد طریقت حضور مفتی اعظم ہند پر ناز کرتے ہیں۔ ملک العلما کا خطبہ یوں پڑھتے ہیں ”ان کا ہر شاگرد چاہے وہ مدرسہ بحرالعلوم کا ہو یا مدرسہ شمس الہدیٰ کا ہو جہاں بھی ہے ہیڈ پوسٹ پر ہے۔“

علم توقیت پر ملک العلما سے اچھی معلومات حاصل کرنے کی بعد علم الاوقات نامی ایک کتاب بھی آپ کی تصنیف ہے۔ جس میں سفرالحیات نام سے خودنوشت سوانح بھی، مطبوع ہے۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام سے فراغت کے بعد اول تقرری مدرسہ حمیدیہ بنارس میں ہوئی۔ پھر اپنے آبائی وطن نٹوار پارہ میں ایک مکتب میں مکتبی مدرس کی حیثیت سے ۱۹۶۰ء کو مقرر ہوئے۔ مکتب کو عروج بخشا اب وہ مکتب مدرسہ غوثیہ کے نام سے جانا جانے لگا۔ ۱۹۶۲ء میں وہاں سے مستعفیٰ ہو کر بارہ ڈینگا کے مکتب میں بحال ہوئے اس مکتب کو مدرسہ نظام المسلمین کا نام دیا اور اسے بہار اگزامیشن بورڈ سے الحاق کرایا۔ مفتی محمد ناظر اشرف بھدیسیری ثم ناگ پوری اسی ادارے کے فیض یافتہ ہیں۔ نٹواپارہ کے مدرسہ غوثیہ میں دوبارہ تقرری عمل میں آئی پھر وہ اسی ادارے کے ہو کر رہ گئے۔ ۲۰۰۲ء کو صدر مدرس کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔ مدرسہ غوثیہ نٹواپارہ اور مدسہ نظام المسلمین دونوں کے بانی آپ ہیں۔ مگر مدرسہ غوثیہ کو جو ترقی کی منزلوں پر پہونچایا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔، اگر یہ ادارہ حکومت بہار کی گرانٹ میں نہ آتا تو یقیناً ضلع کشن گنج بڑے اداروں میں شمار ہوتا۔ ناچیز نے ادارہ کی زیارت کی تو دل سے موصوف کے لیے دعا نکلی اس افسوس کے ساتھ کہ دیگر بہاری سرکاری اداروں کی طرح یہ بھی محض ایک تعمیراتی ادارہ ہے۔ [جاری]

”عہدِ وسطیٰ میں ہندوستان کے مسلم حکمراں“ ایک تنقیدی جائزہ

مولانا نوشاد عالم جامعی کشن گنجوی: استاذ جامع اشرف کچھوچھہ شریف

اردو ادب کی خدمت انجام دینے والوں میں ”پرویز اشرفی“ ایک معروف نام ہے۔ اداریہ نویسی، افسانہ نگاری، انشا پردازی، مضمون نویسی اور تاریخی شخصیات پر خامہ فرسائی شروع ہی سے آپ کا پسندیدہ مشغلہ رہا ہے، کالج کی تعلیم کے زمانے سے لکھنا شروع کیا اور عمر کی ساٹھ سے زائد بہاریں دیکھنے کے بعد بھی مسلسل لکھ رہے ہیں۔ جہاں جس جگہ تعلیم و تعلم کے جس شعبہ سے وابستہ رہے اپنی تمام تر ذمہ داریاں ادا کرنے کے ساتھ خود کو تصنیف و تالیف سے وابستہ رکھا، لکھنا نہ چھوڑا، مسلسل لکھتے رہے اور اس طرح دن بہ دن آپ کی تحریر میں صفائی اور کشش پیدا ہوتی رہی اور اب ایک محقق کی حیثیت سے تجربہ کار، منجھے ہوئے، پختہ قلم کاروں میں آپ کا شمار ہونے لگا ہے۔ آپ اب تک مختلف ماہناموں اور روزناموں میں ایک سو سے زائد افسانے اور مضامین کی اشاعت کا شرف حاصل کر چکے ہیں اور مستقل تصنیف کے طور پر تیرہ کتابیں آپ کے قلم سے معرضِ وجود میں آچکی ہیں، جن میں سے دو کتابیں اردو اکادمی لکھنؤ سے اور دو کتابیں اردو اکادمی دہلی سے اور ایک کتاب اردو اکادمی پٹنہ سے انعام یافتہ ہے۔ ابھی حال میں آپ کی جو تصنیف منظر عام پر آئی ہے وہ ”عہدِ وسطیٰ میں ہندوستان کے مسلم حکمراں“ ہے، دو سو ستر صفحات پر مشتمل جناب پرویز اشرفی صاحب کی یہ کتاب مطالعہ کے خوگر و حریص افراد خصوصاً ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی سیاسی، سماجی، قومی، ملی، اور علمی و مذہبی خدمات سے آگاہی و واقفیت کا ذوق رکھنے والوں کے لیے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے، حسن ترتیب اور جودت بیان میں ممتاز و منفرد ہے، کسی ایک مضمون کا مطالعہ قاری کو اس کے تمام مضامین کے مطالعہ پر مہمیز کرتا ہے بلکہ مکمل مطالعہ کے لیے اسے اپنا اسیر اور پابند کر لیتا ہے۔ زبان و بیان میں چاشنی اور کشش ہے، تراکیب اور جملوں میں سلاست و روانی ہے، غریب اور نامانوس الفاظ سے احتراز و اجتناب ہے، فصیح الفاظ و کلمات سے پر ہے، نمونہ کے طور پر یہ عبارتیں دیکھی جا سکتی ہیں:

[۱] مسلمانوں کا ایک شان دار ماضی ہے، لیکن بدقسمتی ہے کہ ہم نے ان عظیم شخصیات کو بھلا دیا جنھوں نے اپنے کردار و عمل سے اپنی قوم کو دنیا میں سرخرو کیا اور جن کے کارناموں پر دنیا آج تک حیران ہے۔ جو قومیں زندہ رہنا چاہتی ہیں وہ اپنے ماضی اور مشاہیر کو نہیں بھلاتیں۔ لہذا قوم کے بچے بچے کے دلوں میں ان کے لیے نہ صرف احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں بلکہ انہی کی طرح خود کو تیار کرتے ہیں تاکہ تاریخ کے اوراق میں زندہ و تابندہ رہیں۔ کسی بھی قوم کا ماضی اس کے مستقبل کا معمار ہوتا ہے۔ ماضی کی بنیادیں مضبوط ہوں تو مستقبل کی عمارت مضبوط اور ناقابل تسخیر ہوتی ہے۔ آج بچوں کو تاریخ کے حوالے سے یہ بتانا ہے کہ ہماری کامیابی مغرب کی تقلید میں نہیں بلکہ اپنے مشاہیر کے نقشِ قدم پر چلنے میں ہے۔ [ص:۲۱]

[۲] بابر کی شخصیت اتنی بلند، متنوع اور ذہانت و جذبات سے لبریز ہے کہ تمام مؤرخین اس سے شدید متاثر ہیں اور اس امر پر متفق ہیں کہ بابر دنیائے تاریخ کی پرکشش ترین ہستیوں میں سے ایک ہے۔ [ص:۱۱۸]

[۳] بہترین حکمراں اور مدبر سپہ سالار ہونے کے ساتھ وہ [شیر شاہ سوری] بہت بڑا عالم اور با اصول انسان تھا۔ اس کی زندگی بہت ہی سادہ اور پاکیزہ تھی۔ اپنے حسن اخلاق اور اوصاف حمیدہ کے باعث رعایا اور حکام سب کی نگاہوں میں وہ بے حد محبوب تھا۔ [ص:۱۲۸]

[۴] تاریخ ایک ایسا مضمون ہے جو ہمیشہ اختلاف کا شکار رہا ہے۔ مگر تاریخ سے شغف اور اس کا گہرا مطالعہ حقیقت کو عوام کے

سامنے لے آتا ہے۔ اگر ذہن و دل کسی بھی قسم کے تعصب سے پاک ہو تو سچ کو قبول کرنا مشکل نہیں۔ آج جس دور کا ذکر کرنے والا ہوں اسے تاریخ کی زبان میں مغلیہ دور کہا جاتا ہے۔[ص:۲۳۳]

انسان خطا کا پتلا ہے، پرویز صاحب بھلا اس سے کیسے محفوظ رہ سکتے تھے؟ان سے بھی گرامر اور اصول و قواعد کے لحاظ سے چھوٹی موٹی تحریری غلطیاں صادر ہوئی ہیں، خصوصًا افعال کے استعمال میں۔ اور اس طرح کتاب میں خوبیوں کے ساتھ خامیوں نے بھی راہ پائی ہے، کئی جگہوں میں عبارتوں میں جھول جھال اور الجھاؤ صاف نظر آتا ہے۔ ثبوت کے طور پر یہ عبارتیں دیکھی جا سکتی ہیں:

[۱] بھارت کی فضا کچھ اس طرح راس آئی کہ یہیں کی ہوا میں سانس لیتے ہیں، اسی دھرتی پر بہتے دریائے گنگا و جمنا کا پانی پیتے ہیں اور قدیم باشندوں کے ساتھ شیر و شکر ہو گئے۔[ص:۱۷]

[۲] اگر دشمن شور کرے، فحش بکے اور بیہودہ حرکتیں کریں تو اس کی بالکل پرواہ نہ کرو۔[ص:۲۳]

[۳] جنگ خانوہ سے پہلے اس کے[بابر کے]اعمال و عقائد میں بہت کمزوری پائی جاتی تھیں۔[ص:۱۱۸]

[۴] سرزمین سہسرام کو یہ فخر حاصل ہے کہ ایک سپاہ زادے نے اپنی صلاحیت کے بل پر دہلی کے تخت پر بیٹھا اور ہندوستان پر حکومت کی۔[ص:۱۴۴]

کتاب میں جن تاریخی شخصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں معروف ترین شخصیتیں یہ ہیں:

[۱] سپہ سالار محمد بن قاسم[۲] سلطان محمود غزنوی[۳] سلطان شہاب الدین محمد غوری[۴] سلطان قطب الدین ایبک[۵] سلطان شمس الدین التمش[۶] سلطان رضیہ بیگم[۷] سلطان ناصر الدین محمود[۸] سلطان غیاث الدین بلبن[۹] سلطان جلال الدین فیروز خلجی [۱۰] سلطان علاء الدین خلجی[۱۱] سلطان غیاث الدین تغلق[۱۲] سلطان محمد بن تغلق[۱۳] سلطان فیروز شاہ تغلق[۱۴] سلطان بہلول خاں لودھی[۱۵] سلطان سکندر خاں لودھی[۱۶] سلطان ابراہیم خاں لودھی [۱۷] سلطان ظہیر الدین محمد بابر[۱۸] سلطان نصیر الدین محمد ہمایوں[۱۹] سلطان فرید الدین شیر شاہ سوری[۲۰] سلطان جلال الدین محمد اکبر[۲۱] سلطان نور الدین محمد سلیم المعروف شہنشاہ جہانگیر[۲۲] سلطان شہاب الدین محمد شاہ جہاں[۲۳] سلطان ابوالمظفر محمد محی الدین اورنگ زیب عالمگیر[۲۴] سلطنت مغلیہ کا آخری سلطان محمد بہادر شاہ ظفر[۲۵] شیر میسور فتح علی المعروف ٹیپو سلطان۔

مذکورہ شخصیتوں کے صرف تعارف پیش نہیں کیے گئے ہیں بلکہ ان کے عہد حکومت کی مدت، کامیابیاں، ناکامیاں، ترجیحات، چیلنجز، رعایا میں مقبولیت اور عدم مقبولیت، سیاسی زندگی، مذہبی زندگی، معاشرتی زندگی اور خانگی زندگی جیسے امور پر تشفی بخش اور ضرورت بھر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جب کہ کتاب میں بعض ایسے مستقل مضامین بھی ہیں جن میں مختلف ادوار کے عروج و زوال اور حوادث و انقلابات کی داستان کو بڑی تفصیل کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہوا میں تیر نہیں چلائے گئے ہیں بلکہ اس کے مندرجات و مشمولات ایسے جدید و قدیم مآخذ و مراجع سے مستفاد ہیں جن میں بیرونی کی کتاب الہند، تاریخ فرشتہ، تاریخ فیروز شاہی، اخبار الاخیار، اکبر نامہ اور سفرنامہ ابن بطوطہ جیسی وہ کتابیں شامل ہیں جو تاریخ ہند کے عظیم اور بنیادی مصادر میں شمار کی جاتی ہیں، تحقیق و ریسرچ کے لیے لائق اعتماد و استناد، قابل استدلال اور معروف و مقبول ہیں۔

لائق مبارکباد ہیں مؤلف کتاب، محترم و مؤقر "پرویز اشرفی شہسرامی "صاحب مقیم حال کچھوچھہ شریف، بحیثیت ایڈمنسٹریٹر جامع اشرف اورینٹل اسکول کہ تحقیق و ریسرچ کے اصول کے مطابق اپنے منتخب عناوین و مضامین کے بنیادی مصادر سے استفادہ کر کے ایک شان دار کتاب ترتیب دی جس کے ذریعہ قوم کے نونہالوں کو وطن عزیز ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کی حیات و خدمات سے روشناس کرانے میں ایک ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی عمر دراز فرمائے اور آپ کی تصنیفات کو مقبولیت عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ❁❁❁

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخے موصول ہونا ضروری ہیں

کتاب: تذکرۂ استاذ الاساتذہ
مولف: حافظ و قاری محمد ساجد رضا قادری رضوی
صفحات: ۷۲
سن اشاعت: ۲۰۲۱ء
ناشر: تحریک فیضان لوح و قلم، جگناتھ پور آباد پور، بارسوئی، کٹیہار بہار
مبصر: محمد ساجد رضا مصباحی

اسلاف کی یادوں کو محفوظ کرنا اور ان کے نقوش قدم کو مشعل راہ بنانا زندہ قوموں کی نشانی ہے۔ ’’تذکرۂ استاذ الاساتذہ ‘‘ اسی مخلصانہ جذبے کے تحت معرض وجود میں آنے والا ایک مختصر رسالہ ہے۔ جو استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مزمل حسین اشرفی علیہ الرحمہ [۲۰۱۲-۱۹۳۷ء] کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے۔

استاذ الاساتذہ مولانا مزمل حسین اشرفی علیہ الرحمہ مغربی بنگال کے مشہور ضلع مالدہ کے تھانہ ہریش چندر پو کے تحت واقع مہیندر پور اسلام پور گاؤں سے تعلق رکھتے تھے، ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ بحر العلوم لطیفی کٹیہار بہار تشریف لے گئے جہاں ان دنوں تلمیذ اعلیٰ حضرت، ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فیضان علم تقسیم فرمارہے تھے۔ آپ نے چار سالوں تک یہاں کسب فیض فرمایا، اس کے بعد مزید حصول علم کے لیے جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف تشریف لے گئے، ۱۹۶۳ء میں یہیں سے دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم درس تھے، حضرت کے ہمراہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ بھی جامعہ ازہر مصر جانے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن بعض وجوہات کی بنیاد پر یہ خواہش پوری نہ ہوسکی، آپ محدث اعظم ہند سید محمد میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے دست گرفتہ تھے۔ میدان عمل میں قدم رکھنے کے بعد آپ نے تقریبا نصف صدی تک علم وادب اور دعوت و تبلیغ کے حوالے سے گراں قدر خدمات انجام دیں اور اپنی زندگی کے ایام پورے کرکے مورخہ ۱۶/ اپریل ۲۰۱۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

۷۲/ صفحات پر مشتمل زیر نظر کتاب کے مولف حافظ و قاری محمد ساجد رضا قادری کٹیہاری ہیں جو صاحب تذکرہ کے تلمیذ رشید بھی ہیں، موصوف اسلاف شناشی تحریک کے سرگرم رکن ہیں، مخلصانہ جذبات کے حامل ہیں، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے پورے عزم و حوصلے کے ساتھ اس دشوار کام کا بیڑہ اٹھایا اور جہاں تک معلومات میسر ہوسکے انھیں جمع کرکے ایک کتاب کی شکل دی اور استاذ الاساتذہ کے علمی احوال و آثار کو قارئین تک پہنچانے میں کام یابی حاصل کی۔

کتاب کے ابتدائی صفحات میں حضرت مفتی لطف الرحمن رضوی اور مولانا غلام یسین رضوی مصباحی کی تقریظات شامل ہیں،

حسب روایت ان دونوں حضرات نے اس اہم کام کے لیے مولف کی تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

''حرفے چند'' کے عنوان سے مولف نے اسلاف شناسی کے حوالے سے اپنے جذبات و احساسات کو الفاظ کے پیکر میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے اور اس مشکل کام میں آسانیاں فراہم کرنے والے تمام علما کا شکریہ ادا کیا ہے۔

اصل کتاب کا آغاز ص: ۱۲ سے ہوتا ہے، تقریباً چار صفحات میں مولف گرامی نے ہریش چندر پور کی مختصر جغرافیائی تاریخ پیش کی ہے جو صاحب تذکرہ کے آبائی وطن اور اس کے محل وقوع کے سمجھنے میں معاون ہے۔

مولف گرامی نے ص: ۱۶ سے ص: ۴۶ تک صاحب تذکرہ کے ذاتی احوال و کوائف، علمی مقام و مرتبہ، حصول علم کے لیے مختلف درس گاہوں میں حاضری، میدان عمل میں آپ کی جاں فشانیاں، انداز درس و تدریس،، طریقۂ تربیت، اسلوب خطابت، مشربی اختلافات سے کنارہ کشی، باطل فرقوں سے دوری اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں خصوصی جد و جہد کا تذکرہ والہانہ انداز میں کیا ہے۔

استاذ الاساتذہ مولانا مزمل حسین اشرفی علیہ الرحمہ سے کسب فیض کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو علم و فن اور دعوت و تبلیغ کے مختلف میدانوں سے وابستہ ہے، مولف گرامی نے ایسے ۲۹؍ علما کی فہرست کتاب کے ص: ۴۴ تا ۴۶ میں پیش فرمائی ہے۔

ص: ۴۷ سے ۵۲ تک ضیاء الملفوظات کے عنوان سے صاحب تذکرہ کے کچھ ارشادات و فرمودات کو جمع کیا ہے۔ ص: ۵۳ سے ص: ۷۱ تک ۹؍ علماے کرام کے تاثرات کو جگہ دی گئی ہے، ان میں بعض علما وہ بھی جنھوں نے کبھی ''صاحب تذکرہ'' سے شرف ملاقات حاصل نہیں کیا بلکہ مولف گرامی کے بتائے حالات کے مطابق انھوں نے تاثرات رقم فرمادیے ہیں۔

کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ استاذ الاساتذہ مولانا مزمل حسین اشرفی علیہ الرحمہ بزرگوں کی بارگاہ کے صحبت یافتہ ایک دردمند عالم دین تھے، جو ہر گام پر دین کی سرخروئی کے لیے مصروف عمل رہا کرتے تھے اور اپنی تمام تر صلاحتیں فروغ علم وادب اور اہل وسنت و جماعت کے بقا و استحکام کے لیے صرف فرمایا کرتے تھے۔ مجموعی طور پر کتاب مفید اور مولف کی کوشش خیر و برکت کا باعث ہے۔

تذکرہ نگاری میں تذکرہ نگار کو اسلوب سہل، غیر مبہم اور واضح رکھنا چاہیے، تذکرہ نگار ہمیشہ ان قارئین کو پیش نظر رکھے جو صاحب تذکرہ کے احوال و کوائف سے بالکل نابلد ہیں اور وہ اسی کتاب کو پڑھ کر صاحب تذکرہ کی شخصیت کو سمجھنا چاہتے، اگر ایسا ہے تو تذکرہ نویسی کے تقاضے پورے ہوں گے اور قارئین صاحب تذکرہ کے قرار واقعی مقام و مرتبے سے واقف ہوں گے، ورنہ وہ مبہم عبارتوں کو جھیل کر کچھ ہی دیر میں کتاب مطالعہ کی میز سے اٹھا کر المماری کی زینت بنا دیں گے۔

زیر نظر کتاب میں متعدّد مقامات پر عبارتیں گنجلک ہو گئی ہیں، کمپوزنگ کی غلطیاں بکثرت ہیں، متعدّد مقامات پر تعبیرات میں تکلف سے کام لیا گیا ہے، بہتر ہو گا کہ آئندہ ایڈیشن سے پہلے اس کتاب کو اس میدان کے کسی ماہر عالم دین کو دکھا کر اس کے نوک پلک درست کر لیے جائیں اور حشو و زوائد کو نکال کر کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا جائے۔

بہر حال مولف کا یہ کام لائق تحسین ہے، اس کتاب کو صاحب تذکرہ کے حالات کا بینادی ماخذ بھی سمجھا جائے گا اور مستقبل میں یہ محققین اور اہل قلم کے لیے حوالہ بنے گی۔ اللہ کرے قارئین اس کتاب سے روشنی حاصل کریں اور اس کی افادیت عام سے عام تر ہو۔

کتاب: عظمت دعا
مؤلف: مولانا عظمت رضا رضوی نظامی
صفحات: ۲۶۴
سن اشاعت: ۲۰۱۹ء
ناشر: جامعہ فاطمۃ الزہراء، سنجر نگر، سورت گجرات
مبصر: محمد ساجد رضا مصباحی

زیر تبصرہ کتاب ”عظمت دعا“ جواں سال عالم دین حضرت مولانا عظمت رضا نظامی کی گراں قدر تالیف ہے، کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کتاب دعا کی عظمت و فضیلت اور اس کے آداب واسرار پر مشتمل ہے۔

۲۶۴ر صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مولف گرامی نے دعا کی عظمت و فضیلت، دعا کے فوائد، دعا کی قبولیت کے شرائط اور دعا قبول نہ ہونے کے اسباب پر خاص طور پر روشنی ڈالی ہے۔

کتاب کے آغاز میں مؤلف کی نگاہ اولین اور مولانا شبیر احمد قادری ثقافی، راقم محمد ساجد رضا مصباحی ، مولانا محمد عارف رضا قادری ، مولانا اسیر الحق مصباحی، مولانا شاکر رضا نوری ، مفتی شاکر رضا مصباحی اور مفتی نسیم رضا سلامی کی تقریظات شامل ہیں۔

اصل کتاب کا آغاز ص: ۲۹ سے ہوتا ہے، ابتدائی صفحات میں انھوں نے قرآن و حدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں دعا کی فضیلت واہمیت واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

انھوں نے دعا کی قبولیت کے اسباب اور دعا کے شرائط وآداب پر بھی اچھی گفتگو کی ہے ، دعا کے آداب پر گفتگو کرتے ہوئے مولف نے ۶۰ر آداب ذکر فرمائے ہیں۔

دعاؤں کی قبولیت کے کچھ خاص اوقات اور مقامات ہوتے ہیں ، جن میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے ، مولف گرامی نے اس عنوان کو بھی موضوع سخن بنا کر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

کتاب کا زیادہ حصہ مختلف اوقات میں پڑھی جانے والی دعاؤں پر مشتمل ہے ، انھوں نے مختلف اوقات میں پڑھی جانے والی دعاؤں کو مستند کتابوں سے نقل کیا ہے، ان کے فضائل وآداب بھی بیان کر دیے گئے ہیں، دعاؤں پر اعراب لگانے کا بھی اہتمام گیا ہے، مؤلف نے دعاؤں کا اردو میں ترجمہ بھی کر دیا ہے، جس کی وجہ سے افادیت دوبالا ہوگئی ہے۔

کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ دعاؤں کو نقل کرنے کے ساتھ اس سے متعلق کچھ ضروری اور اہم مسائل بھی بیان کر دیے گئے ہیں، مثلا: ص: ۱۴۶ پر عقیقے کی دعا مذکور ہے، اس کے ساتھ مولف نے عقیقے کے چند مسائل بھی بیان کر دیے ہیں۔

کتاب کے آخری صفحات میں مولف نے ختم قادریہ، قصیدۂ غوثیہ، حلقۂ قادریہ، شجرۂ قادریہ، فاتحہ کا آسان و مسنون طریقہ بھی شامل کرلیا ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب عام قارئین کے لیے ایک گراں قدر تحفہ ہے جسے ہاتھوں ہاتھ لیا جانا چاہیے۔ کتاب کے مشمولات میں ترتیب کی بعض کمیاں نظر آئیں، امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

کتاب کے مولف مولانا عظمت رضا نظامی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد کے ممتاز فاضل ہیں، نوری نگر کمات اتر دیناج پور بنگال ان کا آبائی وطن ہے ، ان دنوں جامعہ فاطمۃ الزہراء، سنجر نگر، سورت گجرات میں استاذ ہیں ، اچھے مدرس اور عمدہ لیاقت کے حامل ہیں ، یہ ان کی پہلی تصنیف ہے ، امید ہے کہ ان کا قلمی سفر آئندہ بھی جاری رہے گا۔ اور ان کی تصانیف سے قارئین مستفید ہوں گے۔

❁❁❁

انصار احمد مصباحی/شاہ محمد مخدوم رضا جامعی

گزشتہ شمارے کے مشمولات پر اک نظر

مکرمی!

اس وقت میرے ہاتھوں میں "سہ ماہی پیغام مصطفیٰ ﷺ" کا تازہ شمارہ [جنوری تا مارچ ۲۰۲۲ء] موجود ہے۔ یوں تو یہ مجلہ صحافتی معیار کی ساری خوبیوں سے لیس ہے، مگر تبصرے کے لیے میری خاص دل چسپی کی وجہ ایک اتفاقی تاریخی واقعہ ہے۔

اس مجلے میں سیمانچل کے دو عظیم فقیہ، جن کا حال ہی میں فقط تین دنوں کے فاصلے سے وصال ہوا، کے مضامین شامل ہیں۔ پہلے شخص ہیں، کنز الدقائق، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری صاحب اور دوسرے فاضل جلیل، محقق اہل سنت، فقیہ بے بدل حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی صاحب [نور اللہ مرقدہما و قدس سرہما]۔ میری معلومات کے مطابق یہ تحریریں دونوں شخصیات کی حیات کی آخری مطبوع کام ہیں۔

ایک اور اہم خوبی جو آپ کو یہ شمارہ دعوت مطالعہ دے رہا ہے، یہ ہے کہ یہ اپنے مذکورہ گیارھواں شمارے میں "قدوۃ العلماء حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین برہانی معروف بہ "حضرت لطیفی سرکار قدس سرہ العزیز" پر خصوصی گوشہ شایع کیا ہے۔ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ ﷺ پورے سیمانچل کا واحد نمایندہ مجلہ ہے۔ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ پر خصوصی گوشہ نکالنا اس کا اپنا حق تھا۔ اب یوں کہا جاسکتا ہے کہ "حق بہ حق دار رسید"۔

اس شمارے میں حضرت لطیفی کی حیات و خدمات پر ملک و ملت کے مستند ارباب فکر و قلم نے اپنی تحریر و آرا پیش کی ہیں۔ اس میں مذکورہ دونوں شخصیات کے علاوہ فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمان مضطرؔ پورنوی، قاضی اتر دیناج پور، حضرت علامہ مفتی ذو الفقار علی رشیدی مصباحی، حضرت مولانا ارشاد عالم ساحلؔ سہسرامی، وارث علوم لطیفی سرکار، حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی اور ڈاکٹر اعجاز انجمؔ لطیفی صاحبانِ فکر و قلم کے نام درج ہیں۔

اردو زبان و ادب کے تنخواہ خور حضرات، اردو کے تحفظ و ترقی کے تئیں جتنے شور و غل کرلیں، یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ آج ہند و پاک میں اردو زبان و ادب کی بقا اور اس کی اشاعت، مدارس اسلامیہ اور علما ہی کے مرہون منت ہیں۔

برصغیر میں اردو کی بہاریں اس وقت تک بل کھاتی رہیں گی، جب تک یہاں اسلام کا سورج چمکتا دمکتا رہے گا اور "الاسلام یعلو ولا یعلی"۔ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ ﷺ صحافت کی اسی عظیم سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مشمولات پر ایک نظر:

"گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را" عنوان سے اداریہ، اسلاف شناسی کے جذبے سے سرشار ہے۔ یہاں آپ کو ملی درد و کرب، یاران طریقت سے گلے شکوے اور منصوبے اور حل ملیں گے۔

"حضرت لطیفی کی شخصیت حق و ناحق کے مابین خط امتیاز" کی ہیڈ لائن کے ساتھ، مفتی مطیع الرحمان صاحب قبلہ کی، دس سال قبل عرس صد سالہ کے موقع پر کی گئی ایک تقریر کا خلاصہ

ہے ، جو بہت ہی دل چسپ اور معلوماتی ہے۔ حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی صاحب نے حضرت لطیفی سرکار علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کو مختصر اور جامع انداز میں ہدیۂ قارئین کیا ہے۔ مفتی آل مصطفی مصباحی علیہ الرحمہ کا تحقیقی مضمون ”حضرت لطیفی کی اعتقادی حیثیت“ نے ہمیں بہت متاثر کیا۔ یہ تحریر رسالہ میں گل سر سبد کی حیثیت رکھتی ہے۔ ادیب شہیر حضرت مفتی ساحل سہسرامی صاحب نے حضرت کے عشق رسالت مآب ﷺ کے گوشے پر داد تحقیق دی ہے۔

کنزالدقائق مفتی حسن منظر قدیری صاحب علیہ الرحمہ اور مفتی ذوالفقار علی رشیدی مصباحی صاحب نے بالترتیب حضرت کی اردو شاعری اور فارسی نثر نگاری پر بہترین تحریریں پیش کی ہیں۔

حضرت [لطیفی علیہ الرحمہ] کی حیات سے جڑے کئی اہم واقعات، آپ کی محیر العقول کرامات اور اردو و فارسی نثر و نظم نگاری، حیات سعید کے اہم گوشوں کے تعلق سے دل چسپ معلومات کے لیے آپ کو، اس شمارے میں موجود اکابر علما کی تحریں ضرور پڑھنی چاہیے!

انصار احمد مصباحی

رکن جماعت رضاے مصطفیٰ، اتردیناج پور، مغربی بنگال

حضرت لطیفی پر خصوصی شمارہ اہم اقدام ہے

حضرت مولانا مفتی محمد ساجد رضا مصباحی دام فیوضکم

سلام مسنون۔

عم مکرم و مربیٔ من حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور کے توسط سے سہ ماہی ”پیغام مصطفیٰ“ اتردیناج پور کا خصوصی شمارہ بموقع ۱۱۰ رواں عرس حفیظی خانقاہ عالیہ لطیفیہ رحمٰن پور تکیہ شریف فردوس نگاہ بنا۔ شمارے کے مستقل کالمز کے بعد ”گوشہ لطیفی“ کے تحت ملک کے طول و عرض سے وابستہ مشاہیر اہل علم و قلم کے رشحات علم و فکر پڑھ اور دیکھ کر جہانِ دیدہ و دل میں خوش گوار اثرات مرتب ہوئے۔ مناظر اعظم ہند فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی اور فقیہ اہل سنت ،صاحب تصانیف جلیلہ حضرت علامہ و مولانا مفتی آل مصطفی اشرفی مصباحی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریروں نے قارئین باتمکین کو خصوصیت کے ساتھ اپنی جانب متوجہ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسّی نوّے ۹۰/۸۰ سال سے حریفانِ اہل سنت و جماعت نے ملی بھگت کے سہارے ایک منصوبہ بند سازش کے تحت جس طرح حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کی اعتقادی حیثیت کو لے کر ناکام سازشوں اور بیہودہ شور و شغب کے ذریعہ جس طرح آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ ہماری جماعت کی اِن دو قد آور و بلند اقبال شخصیات کی ان علمی و قلمی شہ پاروں نے اس پر سرے سے پانی ہی پھیر کر رکھ دیا ہے۔

کنزالدقائق حضرت علامہ و مولانا مفتی حسن منظر قدیری نور اللہ تعالیٰ مرقدہ اور حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی کے قلم گل بداماں نے حضرت لطیفی کی اردو شاعری اور فارسی نثر نگاری کے حوالے سے جو معنی خیز اور سیر حاصل کلام کیا ہے۔ وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشرقی بہار اور کثیر اضلاع بنگال کے مشترکہ محسن و پیشوا، امیر و مقتدیٰ نیز سواد اعظم کے سرخیل و سالار حضرت علامہ و مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برھانی ابو العلائی علیہ رحمۃ الباری [۱۲۴۵ھ / ۱۳۳۳ھ] کے احوال و آثار اور خدمات و مسائل دینیہ پر مشتمل یہ زیر نظر شمارہ خوب از خوب ہے، یہ حقیر سراپا تقصیر اس تاریخی و عہد ساز اور قابل یادگار اقدام پر آپ تمام شرکاے سفر کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہے۔

شاہ محمد مخدوم رضا جامعی

خانقاہ حسینیہ لطیفیہ ابوالعلائیہ کوچگڑھ، روٹا، پورنیہ [بہار]

❁❁❁

امام احمد رضا نیشنل سیمینار منعقدہ ۳۰؍ دسمبر ۲۰۱۸ء کے مقالات کا مجموعہ

”عرفان امام احمد رضا“ کی تقریب رسم اجرا

مولانا مظفر حسین رضوی: دارالعلوم فیض عام کونہ ونوی نگر کمات، اتر دیناج پور، بنگال

امام احمد رضا نیشنل سیمینار منعقدہ ۳۰؍ دسمبر ۲۰۱۸ء کے مقالات کا گراں قدر مجموعہ ”عرفان امام احمد رضا“ پورے اہتمام کے ساتھ شائع ہو کر منظر عام پر آیا ہے، اس اہم مجموعۂ مقالات کی رسم اجرا کے لیے ایک پُر وقار تقریب مورخہ ۱۲؍ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ/۱۲؍ جولائی ۲۰۲۲ء بروز سہ شنبہ دارالعلوم فیض عام کونہ ونوری نگر کمات اتر دیناج پور بنگال میں منعقد ہوئی، جس میں اتر دیناج پور کے مختلف حلقوں سے کثیر تعداد میں علمائے کرام شریک ہوئے، پروگرام کی سرپرستی خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی دام ظلہ العالی اور صدارت وقیادت مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی بانی جامعۃ الزہرا للبنات ناظر پور پران نگر راساکھوا، اتر دیناج پور بنگال نے فرمائی۔

حضرت حافظ فیروز عالم استاذ دارالعلوم فیض عام کی تلاوتِ قرآن کریم سے محفل کا آغاز ہوا، معروف نعت خواں مولانا ساغر دیناج پوری اور مولانا رضوان حسانی نے نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے۔

حضرت مفتی محمد ساجد رضا مصباحی نے خطبۂ استقبالیہ میں پروگرام کے اغراض ومقاصد اور ”عرفان امام احمد رضا“ کی ترتیب وتدوین کے مراحل پر روشنی ڈالتے ہوئے قرب وجوار اور دور دراز سے تشریف لانے والے تمام مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

اس موقع پر حضرت مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی استاذ جامعہ نوریہ گلشن زہرا للبنات شبرام پور اتر دیناج پور نے تصنیف وتالیف کی اہمیت وافادیت اور اس میدان میں پیش آنے والے مصائب ومشکلات پر ایک گراں قدر علمی خطاب فرمایا، جسے سامعین نے بغور سماعت فرمایا اور داد وتحسین سے نوازا۔ انھوں نے علما کی عظمت وفضیلت اور علما کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والوں کے عبرت ناک انجام پر بڑے اثر انگیز لب ولہجے میں روشنی ڈالی۔

حضرت مفتی محمد فیروز عالم مصباحی صدر المدرسین جامعہ غوثیہ چوپڑا اتر دیناج پور بنگال نے بھی ”عرفان امام احمد رضا“ کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے اس کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی، انھوں نے علاقائی جلسوں میں ہونے والی بے راہ رویوں پر قدغن لگانے پر بھی زور دیا۔

حضرت مولانا مختار عالم مصباحی مجگاؤں نے نقد ونظر کی اہمیت وافادیت اور نقد صالح ونقد فاسد کے مضمرات پر روشنی ڈالتے ہوئے ”عرفان امام احمد رضا“ کی ترتیب وتدوین اور اشاعت کو ایک یادگار کارنامہ قرار دیا۔

خانقاہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف کے چشم وچراغ حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی نے اہل سیمانچل کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے والہانہ وابستگی اور سیمانچل کے مسلمانوں پر امام اہل سنت کے علمی وروحانی فیوض وبرکات کے حوالے سے دل پذیر گفتگو فرمائی، انھوں نے خانقاہ لطیفیہ رحمن پور اور خانوادۂ رضویہ بریلی شریف کے علمی وفکری روابط

پر بھی روشنی ڈالی۔

صدر اجلاس حضرت علامہ مفتی ذوالفقار علی رشیدی مصباحی دام ظلہ نے خصوصی خطاب فرماتے ہوئے ”امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس“ اور ”عرفان امام احمد رضا“ کی اشاعت کو علماے اہل سنت اتر دیناج پور کا اہم کارنامہ قرار دیا۔

انھوں نے اس راہ کی مشکلات اور باریکیوں سے عوام اہل سنت کو واقف کراتے ہوئے اس کی ترتیب و تدوین میں تعاون فرمانے والے تمام علماے کرام کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی، انھوں نے فرمایا کہ میں اس پوری ٹیم کو کام کی مشین سمجھتا ہوں، کیوں کہ ہم نے دیکھا کہ کئی سالوں کے اندر اس ٹیم نے یکے بعد دیگرے کئی اہم کارنامے انجام دیے، آج سے چار سے قبل ہم لوگوں نے سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور کی ذمے داری ان نوجوان علما کے کاندھوں پر ڈالی تھی، انھوں نے نہ صرف یہ کہ اس ذمے داری کو بحسن وخوبی نبھایا بلکہ تمام مصائب و مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کے معیار کو اعلیٰ سے اعلیٰ بنانے میں کام یابی حاصل کی، آج سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کا نام علمی اور عوامی حلقوں میں احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے مزید فرمایا کہ ”عرفان امام احمد رضا“ کی ترتیب و تدوین کے مشکل ترین مرحلے سے فراغت کے بعد اس کا ایک اور اہم کارنامہ ”تذکرۂ علماے اہل سنت اتر دیناج پور“ کی پہلی جلد کی شکل میں تقریباً چھ سو صفحات پر منظر عام پر آنے والا ہے، یہ کام اتر دیناج پور کے علماے کرام کو حیات جاودانی بخشنے میں اہم کردار ادا کرے گا، اس کی طباعت و اشاعت کے مصارف کی تکمیل کے لیے ہمارے علماے کرام کو آگے آنا چاہیے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ کے گراں قدر خطبہ کے بعد ”عرفان امام احمد رضا“ کی رونمائی کا عمل انجام پذیر ہوا، تمام علماے کرام نے کھڑے ہو کر کتاب کی رونمائی فرمائی۔

پروگرام کے اخیر میں حضرت مفتی محمد ساجد رضا مصباحی نے ”عرفان امام احمد رضا“ کی آمد و خرچ کا تفصیلی حساب عوام وخواص کے سامنے پیش فرمایا۔

صلاۃ وسلام اور حضرت مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی قبلہ کی دعاؤں پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

یہ پورا پروگرام ”نیوز ٹوڈے اردو“ چینل پر لائیو نشر ہوا، جسے ملک و بیرون ملک سے ہزاروں افراد نے دیکھا۔ مولانا احسان رضا مصباحی رپورٹر نیوز ٹوڈے اردو نے متعدّد علماے کرام کے انٹرویوز بھی لیے۔

پروگرام کے انتظام وانصرام میں مقامی افراد اہل سنت اور دارالعلوم فیض عام کے ارکان نے اہم کردار نبھایا، خاص طور سے جناب محمد سلیم الدین صاحب نوری نگر کمات، جناب طیب علی، جناب عبدالملک صاحب، جناب عبدالغنی صاحب کونہ، جناب عبد الحفیظ صاحب جناب تنویر عالم صاحب نوری نگر کمات وغیرہ پیش پیش رہے۔

حضرت مولانا احمد رضا قادری، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل رضوی، حضرت مولانا مظفر حسین رضوی، حضرت مولانا نور محمد رضوی، حضرت مولانا تبریز عالم مصباحی، حضرت مولانا مجاہد الاسلام، حضرت حافظ احسان صاحب ہاٹ کھولہ، حضرت مولانا تجمل حسین، حضرت مولانا فرید احمد وغیرہ علماے کرام نے نظم ونسق کو بہتر سے بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

پروگرام کے اختتام کے بعد تمام مہمانوں کے لیے ظہرانے کا انتظام تھا۔

تقریب میں شرکت فرمانے والے تمام علماے کرام اور خواص اہل سنت کو ”عرفان امام احمد رضا“ علماے اہل سنت اتر دیناج پور کی جانب سے بطور تحفہ پیش کیا گیا۔

بقیہ حصہ صفحہ نمبر (۷۴) پر.............

۳۰/واں عرس شیر بنگال رحمۃ اللہ علیہ/محفل تعزیت وایصال ثواب

۳۰/واں عرس شیر بنگال رحمۃ اللہ علیہ

۱۰/شوال المکرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۲/مئی ۲۰۲۲ء، بروز جمعرات، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الشاہ الحاج غیاث الدین شیر بنگال علیہ الرحمہ کا ۳۰/واں سالانہ عرس مبارک کا پروگرام ان کے قائم کردہ علمی چمن دار العلوم فیض میں منعقد ہو، جس میں علاقے کے متعدّد علمائے کرام اور عوام اہل سنت کی ایک بڑی تعداد نے شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا شکیل انوار مصباحی، حضرت مولانا فضل امام، و حضرت مولانا مفتی عارف حسین نعیمی، و حضرت مولانا تبریز عالم مصباحی کے علاوہ قرر خصوصی، مفکر اسلام حضرت مولانا مصور رضا مصباحی نے خطاب فرمایا۔

مقرر خصوصی حضرت مولانا مصور رضا صاحب نے فرمایا کہ حضور شیر بنگال علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا اہم حصہ دین کی خدمت میں گزارا، شیر بنگال علیہ الرحمہ نے اپنے عہد کے زبردست عالم و فاضل اور داعی و مبلغ تھے انہوں نے فرضی مزارات کے حوالے سے بڑی اثر انگیز گفتگو فرمائی اور کہا کہ آج مزارات کو تجارت گاہ بنا لیا گیا ہے، جس مقدس جگہ سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرنا چاہیے وہاں سے دین کمانے کی کوشش کی جارہی ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر مزارات پر ایسے لوگ قابض ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں، ان کی نظر صرف مزارات پر آنے والے نذرانوں پر ہوتی ہے، ایسے دین فروش لوگوں سے قوم کو دور رہنا چاہیے۔

درج ذیل نعت خوانوں نے نعت منقبت کے اشعار پیش کیے: حضرت مولانا محفوظ ہاشمی صاحب، حضرت مولانا شاہد رضا اشرفی و مولانا عطاء الرحمٰن جمالی و مولانا رضوان حسانی صاحب۔

حسب معمول صبح مزار مقدس میں قرآن خوانی ہوئی مزار پاک کو غسل بھی دیا گیا مزار شریف پر چادر پوشی اور گل پوشی بھی ہوئی، پروگرام کی صدارت مولانا راقب علی کونہ نے فرمائی پروگرام صلاۃ و سلام اور قل خوانی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

دار العلوم محمود الاسلام پر بھاس پاٹن میں محفل تعزیت وایصال ثواب

مورخہ ۸/ر جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۲/ر جنوری ۲۰۲۱ء چہار شنبہ کو دار العلوم محمود الاسلام پر بھاس پاٹن ضلع گیر سومناتھ گجرات میں گزشتہ دنوں رحلت فرمانے والے ملک کے دو عظیم مفتیان اسلام کے ایصال ثواب اور تعزیت کے لیے ایک تقریب کا انعقاد ہوا۔ شرکائے مجلس نے دونوں جلیل القدر مفتیاں عظام کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

مجلس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا شکیل انور مصباحی استاذ دار العلوم محمود الاسلام پر بھاس پاٹن نے کہا پے در پے جماعت اہل سنت کی دو عظیم شخصیتوں کی رحلت جماعت کا ناقابل تلافی نقصان ہے، دونوں ہی شخصیتیں اپنے اوصاف جلیلہ اور گراں قدر دینی و علمی خدمات کے حوالے سے ملک گیر شہرت کی حامل تھیں۔

انہوں نے کہا کہ فقیہ اہل سنت حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی جماعت اہل سنت کے معتمد مفتی تھے، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو میں آپ نے ایک طویل عرصے تک درس وتدریس اور فقہ وافتا کی خدمات انجام دیں، ہزاروں تلامذہ نے آپ کی بارگاہ سے کسب فیض کیا، آپ کے فتاوے، مقالات اور مضامین اہل علم کے حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، آپ بین الاقوامی سطح پر متعارف تھے۔ ملک

کے مختلف علمی اور فقہی سیمیناروں میں آپ کی شرکت ہوا کرتی تھی اور آپ علما کی توجہ کا مرکز ہوا کرتے تھے، آپ کے مقالات کو اہمیت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ شہزادۂ صدر الشریعہ حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری دامت برکاتہم القدسیہ کے معتمد تھے۔

حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ بے شمار علمی کمالات کے ساتھ اعلیٰ اخلاق وکردار کی دولت لازوال سے بھی مالامال تھے، حلقۂ علما میں آپ ایک شریف الطبع عالم دین، مخلص استاذ، شفیق ومہربان سرپرست کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ یقیناً آپ کی رحلت جماعت اہل سنت خصوصاً حلقۂ سیمانچل کا بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

انہوں نے سیمانچل کے معروف عالم دین، ادیب ومصنف حضرت مفتی حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا شمار علاقہ سیمانچل کے اکابر علما میں ہوتا تھا، آپ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے تربیت یافتہ اور حضور مفتی اعظم ہند کے منظور نظر تھے، آپ نے ملک کی مختلف درس گاہوں میں تدریسی خدمات انجام دیں، سیکڑوں تلامذہ نے آپ کی درس گاہ سے کسب فیض کیا۔

حضرت مفتی حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک معتمد مفتی اور باکمال مدرس تھے وہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیف وتالیف اور تحریر وقلم کی دولت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا، آپ کی تحریریں بڑی شگفتہ اور علم وادب کی چاشنی سے بھرپور ہوا کرتی تھیں، آپ کی رحلت سے ہندوستان کی علمی فضا سوگوار ہے، خاص طور سے اہل سیمانچل سخت کرب واضطراب کے شکار ہیں، اللہ جل شانہ آپ کی مغفرت فرمائے اور جماعت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

صلاۃ وسلام اور خلیفہ تاج الشریعہ حضرت مفتی احمد رضا صاحب مصباحی کی دعاؤں پر مجلس کا اختتام ہوا۔

من جانب: شعبۂ نشر واشاعت دار العلوم محمود الاسلام

پربھاس پاٹن، ضلع گیر سوم ناتھ گجرات

۞۞۞

.... صفحہ نمبر (۷۲) کا بقیہ حصہ:

اس نشست میں کثیر تعداد میں علمائے کرام نے شرکت فرمائی، چند اسمایہاں پیش ہیں:

حضرت مولانا مسعود عالم رضوی مالن گاؤں، حضرت مولانا اشتیاق عالم مصباحی، حضرت مفتی صابر عالم مصباحی پاچھورسیا، حضرت مولانا شمس الدین رضوی، مکھان پوکھر، حضرت مفتی محبوب عالم نعیمی گوالڈوب، حضرت مفتی انور عالم مصباحی مالن گاؤں، حضرت مولانا نوشاد عالم مصباحی شیشہ باڑی، حضرت مولانا شہریار رضا پاچھورسیا، حضرت مولانا سلطان احمد مصباحی متھراپور، رائے گنج، حضرت مولانا ایوب مظہر نظامی ٹھا کر گنج، حضرت مفتی عارف حسین نعیمی صاحب کھمار پوکھر، حضرت مولانا محفوظ عالم صاحب کھمار پوکھر، حضرت مولانا محسن نواز نظامی گلاب پاڑہ، حضرت مولانا نورانی برکاتی دیبی گنج، حضرت مفتی مشتاق عالم رضوی کیچک ٹولہ، حضرت مولانا عبد الجلیل اشرفی گچی نگر، حضرت مولانا عبید الرحمن بالیجر، حضرت حافظ شاہ جہاں بشن پور، حضرت مولانا انظر عالم بشن پور، حضرت مولانا مشتاق الرحمن بالیجر، مولانا فیض الرحمن، مولانا عبد الغفار، مولانا شہنواز حسین، مولوی مخدوم رضا کونہ، مولانا محفوظ برکاتی، مولانا شہنواز حسین، مولانا معراج عالم، مولانا حیدر علی، حافظ شمیم اختر، حافظ کوثر رضا نوری، مولانا عبد القادر نوری نگر کمات، مولانا ہاشم رضا رحمت پور، حضرت مولانا شمشیر علی محبوبی، حضرت مولانا شاکر رضا بر ہوٹ، حضرت مولانا راہی رضا شمس پور، حضرت مولانا انصار رضا دھرم پور، حضرت مولانا معظم رضا بگرا گاچھی، حضرت مولانا عبد الحکیم، مولانا ظہور عالم پتھار باڑی، مفتی نیر رضا مرکزی، حضرت مولانا غلام سرور صاحب، حضرت مولانا انظار عالم صاحب شیشہ باڑی، حضرت مولانا انور عالم صاحب مکھان پوکھر، حضرت مولانا انصار رضا صاحب دھرم پور، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نظامی ڈانگی پارہ، حضرت مولانا منہاج احمد املیہ، حضرت مولانا ساجد سبحانی صاحب، مولانا عبد القادر، حافظ شمسیر صاحب بشن پور، مولانا مختار عالم صاحب، مولانا نور عالم صاحب، حافظ غفران رضا صاحب ڈیہرو غیرہ۔

۞۞۞

اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی کا وصال پر ملال

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی [۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ] کے مخلص معاصر اور نمایاں رفیق کار یعنی صاحب تصانیف جلیلہ قدوۃ العلما، زبدۃ الفضلا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی ابو العلائی قدس سرہما النورانی [۱۲۴۵-۱۳۳۳ھ] کی علمی وروحانی یادگار خانقاہِ عالیہ مدرسہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف بارسوئی کٹیہار بہار کے صدر اعلیٰ ومہتمم اول، پیر طریقت حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی ابوالعلائی ۱۹/ جون ۲۰۲۲ء پانچ بجے شام کو راہی عالم بقا ہوئے اور ملت ومسلک کے جملہ اصحاب وافراد کو سوگوار اور غمزدہ فرما گئے۔ ۲۰/ جون ۲۰۲۲ء کو سہ پہر تین بجے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اور آبائی قبرستان میں پیوند خاک ہوئے، نماز جنازہ ماہر علوم وفنون حضرت مولانا مفتی شاہ خواجہ نیر عالم لطیفی نعیمی نے پڑھائی، جنازے میں انبوہ کثیر تھا۔

حضرت موصوف مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی کے حقیقی حفید اور مرجع خلائق وانام، جہان رشد وہدایت حضرت شاہ خواجہ وحید اصغر لطیفی علیہ رحمۃ القوی [۱۳۱۹-۱۴۰۷ھ] کے منجھلے صاحب زادے تھے، آپ کی تعلیم اسکول وکالج میں ہوئی تھی، گریجویٹ تھے، لیکن ہر موبن میں خانقاہی رنگ وڈھنگ رچا بسا تھا۔ تیرہ سال کی عمر میں جو روزہ نماز کے پابند ہوئے تو دم پیس تک یہی حال زندگی وشان بندگی رہی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد والد مکرم ومرشد برحق حضرت خواجہ صاحب کی تعمیل حکم میں زراعت کے مشغلے سے جڑ گئے، دو دہائی تک یہی عالم رہا۔

بعض اسباب وعلل کے تحت ۱۹۷۱ء و۱۹۷۲ء میں خانقاہ عالیہ لطیفیہ کا ایک نیا موڑ آیا، اس کی چولیں ہلنے لگیں، ماحول وفضا کشیدگی وتناؤ کے شکار ہو گئے، اور حالات وواقعات غم واندوہ نیز تشویش وخطرات کی منہ بولتی تصویر بن گئے، ایسی صورت حال میں ہمدرد گروہِ علماے حق وحساس عمائد وصنادید ملت اور دیگر پُر جوش خوش عقیدہ وابستگان خانقاہ ہذا نے فی الفور پیش قدمی کی۔ معاملات ایسے تھے کہ بحث ومباحثہ اور تکرار ومناظرہ یہاں تک کہ سیشن کورٹ سے لے کر پٹنہ ہائی کورٹ تک قانونی چارہ جوئی کی نوبت آگئی، خانقاہ ومدرسہ عرصہ تک کے لیے جمود وتعطل کی بھینٹ چڑھ گئے۔

اس پورے دورانیے میں مظہر علوم اعلیٰ حضرت خواجہ علم وفن حضرت علامہ ومولانا خواجہ مظفر حسین قادری رضوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد، بادشاہ علوم ومعارف حضرت علامہ ومولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد، رئیس الفقہاوالمتکلّمین حضرت علامہ و مولانا مفتی ایوب مظہر رضوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم وارثیہ گومتی نگر لکھنو، مجمع البحرین حضرت علامہ مفتی شاہ عبید الرحمن رشیدی مصباحی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رشیدیہ جون پور شریف، کنزالدقائق حضرت علامہ مولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ جیسے مردان کار ور جال باکمال پیش پیش رہے، ان حضرات گرامی والا سامی کی وساطت سے محقق عصر مناظر اہل سنت سلطان الاساتذہ فقیہ النفس حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی مد ظلہ العالی اس آڑے وقت میں ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار کو چھوڑ کر یہاں نزول اجلال فرمایا اور پھر ان کے دم قدم کی باد بہار سے یہاں کا خزاں رسیدہ چمن یکایک لہلہا اٹھا، حضرت مفتی صاحب قبلہ گاہی نے جملہ خواص و عوام کی متفقہ آرا و مشوروں کے تناظر میں خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ کی زمام قیادت حضرت شاہ فرہاد عالم کو تفویض فرمائی، اس طرح موصوف نے تقریباً چار عشروں تک اپنے جد کریم حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے اس روحانی و علمی مرکز کی بڑی جاں فشانی و جگر کاوی کے ساتھ آب یاری و نگہ داشت کی۔ اس کی تعمیر و ترقی، فروغ و عروج میں شاہ کلید کا کردار نبھایا، پر شکوہ دو منزلہ لطیفی جامع مسجد، پانچ کمروں پر مشتمل خلوت خانے، چار کمروں پر مشتمل دو منزلہ مہمان خانہ، اساتذہ کی رہائش گاہیں، حضرت خواجہ صاحب کی کوٹھریاں، ایک وسیع و عریض میٹنگ ہال بنام ”وحید منزل“، حضرت لطیفی کے مزار پاک میں سنگ مرمر و ٹائلس کی فٹنگ، حضرت خواجہ صاحب کا مزار شریف آپ کے شوق و جذبۂ تعمیر و تشکیل کے یہ وہ نمونے ہیں جو آپ کو تادیر یادوں کی بارات میں دولہا بنائے رکھیں گے، آپ حضرت علامہ مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی کے محبوب نظر و قرار دل تھے، جب کہ حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی، حضرت علامہ مولانا مفتی عبید الرحمن رشیدی مصباحی، حضرت علامہ مولانا مفتی ایوب مظہر رضوی، حضرت علامہ مولانا مفتی حسن منظر قدیری کے بے تکلف دوستوں اور دیرینہ مخلص ہم نشینوں میں دیکھے گئے، آج یہاں آپ کے پاکیزہ خوابوں کی حسین تعبیر کے طور پر سب کچھ موجود ہے مگر یہ جگہ کہہ رہی ہے:

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

شعبۂ نشر و اشاعت خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف، بارسوئی کٹیہار، بہار۔

[**نوٹ:** حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی نوراللہ مرقدہ خانقاہ لطیفیہ کے معروف عالم دین اور صاحب فکر و قلم حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی قبلہ کے والد گرامی تھے، والد گرامی کی رحلت سے آپ اور آپ کے خانوادے کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے، مصیبت اور غم واندوہ کی اس گھڑی میں جملہ ارکان سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور کی جانب سے آپ کی خدمت میں تعزیت پیش ہے۔ ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ جل شانہ جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت کے درجات بلند فرمائے، آمین۔]

۞۞۞

The Paigham-e-Mustafa Quarterly

Under Management: **Tanzim Ashiqane Musstafa,** Shahpur Bazar
P.S. Goalpokher, Uttar Dinajpur, West Bengal - 733210
E-mail:paighamemustafa2018@gmail.com